OCT. NOV. DEC. - 2023
مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا ترجمان
شش ماہی
امجدیہ
گھوسی
اکتوبر
نومبر
دسمبر
۲۰۲۳ء
★ حضور محدث کبیر کا دورہ امریکہ (قسط دوم) ★ کشف الاستار اور صدر الشریعہ
صحابہ کرام پر
رافضیوں کی تہمت اور بدکلامی کا
تاریخی جائزہ (قسط دوم)
انسانی زندگی پر
موبائل فون کے مضر اثرات
فقیہ ملت
فکر رضا کے
ترجمان
طلبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

بیادگار:۔ حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

زیر سرپرستی:۔ جانشین صدر الشریعہ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی

طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

جلد ۱۶، شمارہ ۶۳
اکتوبر تا دسمبر ۲۰۲۲ء

مجلس مشاورت

قیمت خصوصی شمارہ	:	۵۰ روپے
سالانہ ممبری فیس	:	۸۰ روپے
بیرونی ممالک سے	:	۲۰ امریکی ڈالر
فون نمبر	:	۰۵۳۶۱-۲۲۲۰۴۶

مراسلات و ترسیل زر کا پتہ

TAIBATUL OLAMA
JAMIA AMJADIA RIZVIA
GHOSI 275304 MAU (U.P.) INDIA

پرنٹر، پبلشر و پروپرائٹر علاء المصطفیٰ قادری نے اسٹار آفسیٹ پرنٹنگ پریس 2229/A احاطہ حجن بی، رود گران، لال کنواں، دہلی سے چھپوا کر دفتر سہ ماہی امجدیہ، طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، ضلع مئو سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

اداریہ

دوسری قسط

حضور محدث کبیر کا دورۂ امریکہ

اور علم حدیث سے متعلق ایک انٹرویو کا خلاصہ

ترتیب: فیضان المصطفیٰ قادری

گزشتہ شمارے میں ہم نے حضور محدث کبیر کے دورۂ امریکہ کی تفصیلات درج کی تھیں، زیر نظر قسط میں ہم حضور محدث کبیر کے ایک انٹرویو کا خلاصہ درج کرتے ہیں، جو آپ نے ہیوسٹن کے ہفتہ وار پروگرام "بصیرت ریڈیو" پر پیش کیا تھا۔ اس انٹرویو میں میزبانی کے فرائض مکرمی جناب اختر عبداللہ صاحب انجام دے رہے تھے، جو ہیوسٹن کی النور مسجد کے ٹرسٹی اور نہایت متحرک اور سرگرم حامیان اہل سنت سے ہیں۔ ساتھ میں یہ فقیر بھی حاضر تھا جو ریڈیو بصیرت پر ہر ہفتہ سامعین سے خطاب یا سوال و جواب کیا کرتا تھا۔ اسٹوڈیو میں حضور محدث کبیر کی تشریف آوری کی خبر سن کر کچھ اور احباب آ گئے، اور اسٹوڈیو میں بھی ایک علمی ماحول بن گیا۔ اختر عبداللہ صاحب نے فقیر سے سوال کیا:

سوال: کتنے ایسے لوگ ہوں گے جن کے بارے میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ محدث کبیر ہیں؟

فقیر نے جواباً عرض کیا: محدث کبیر کا جو ٹائٹل ہے وہ تو حضرت ہی کے ساتھ خاص ہے۔ اور اس وقت جب یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو آپ کی ذات ہی مراد ہوتی ہے۔ ہاں محدث ہر اس عالم دین کو کہا جا سکتا ہے جو علم حدیث میں مہارت رکھتا ہو۔ چونکہ علوم حدیث میں حضرت کی خدمات 40 سے 50 سال کے طویل عرصے کو محیط ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ اس وقت اس قدر طویل تجربہ کا حامل کوئی اور شخص ہو۔

اس کے بعد حضور محدث کبیر کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کی:

اختر عبداللہ: حضرت آپ نے پوری زندگی علم حدیث سیکھا اور سکھایا تو آپ بتائیں کس طرح سے یہ سیکھا اور سکھایا؟ اور کس طرح اسے آگے بڑھا رہے ہیں؟

حضور محدث کبیر: بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے یہاں ہیوسٹن میں مسلمانوں سے گفتگو کرنے اور انہیں کچھ سمجھانے کا موقع عطا فرمایا۔ دراصل علم حدیث سے میری رغبت اس لیے ہے کہ جب علم معقولات و منقولات حاصل کرنے کے کچھ عرصے کے بعد مجھے علم حدیث کی خدمت پر مامور کر دیا گیا تو اب میں نے حدیث کی کتابیں جتنی بھی دستیاب ہوتی گئیں ان کا مطالعہ کرنا شروع کیا، اور حدیث کی صحت وضعف اور ان کے مقبول و نامقبول ہونے کے تمام ضابطوں کو اور اس کے قواعد کو باقاعدہ جاننے کی کوشش کی، یہی کام آگے بڑھتا بڑھتا اس درجے کو پہنچ گیا کہ لوگ مجھ سے کثرت سے استفادہ کے لیے میرے قریب آتے گئے، اور میں جہاں ہوتا علم حدیث کے ذریعے اپنے طلبا اور دیگر علماء کی خدمت کرتا رہا۔ اس علم کی طرف خاص توجہ اس لیے بھی ہوئی کہ اس میں زیادہ تر حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو اور آپ کی زندگی کے دیگر احوال جاننے کا موقع ملتا ہے (جس سے مجھے خاص شغف تھا)۔ اس فن کا اصل مقصود یہی ہے کہ اس سے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عملی زندگی اور اس کے کھلے چھپے خلوت و جلوت اور تنہائی اور عوام کے ساتھ ملاقات وغیرہ کی تفصیلات اور ان کے احکام کے نشیب و فراز معلوم ہوتے ہیں، اس لیے میرے دین کا تقاضا بھی یہی ہوا کہ اس فن پر زیادہ توجہ دی جائے۔

سوال: حضور! بہت سارے لوگ جو اہل قرآن ہونے کا دعوی کرتے ہیں، خاص طور سے وہ لوگ جو قرآن کریم کے لیے کہتے ہیں کہ جب قرآن کریم ہے تو پھر ہم کو کسی حدیث پاک کی ضرورت نہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ احادیث جو ہیں وہ صحابہ کرام کے بہت بعد ان کی تدوین کا کام شروع ہوا تو مطلب اس کی authenticity پر سوال کیا جاتا ہے، تو کیسے ہمیں یہ اندازہ ہو کہ احادیث کریمہ جو ہیں وہ صحیح ہیں مستند ہیں؟ اس سلسلے میں آپ کیا فرمائیں گے؟

محدث کبیر: دین کا دار و مدار کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے اوپر ہے اور دین کو محفوظ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان دونوں کی با قاعدہ حفاظت کی جائے، اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کی حفاظت کے لیے دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں حفاظ پیدا کر دیے، اب کوئی بھی چاہے کہ قرآن مجید میں ایک دو لفظ کی یا زیر و زبر کی یا کسی بھی طرح کی کوئی تبدیلی کر دی جائے تو یہ اس کے لیے ناممکن ہے، اب رہ گئیں رسول پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی احادیث طیبہ، تو عموما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لکھی نہیں جاتی تھیں، بلکہ اہل عرب زیادہ تر اپنی یاد داشت سے کام لیتے تھے، ان میں جو رسول پاک کے صحابہ کرام تھے وہ ہر معاملے میں بڑے ہی دیانتدار تھے، اور دین میں باہر سے کسی چیز کو داخل کرنے کے روادار نہیں تھے، اس وجہ سے ان لوگوں نے حدیثوں کی با قاعدہ حفاظت کی۔ اور حفاظت سے اصل مقصود ان کا یہی تھا کہ کتاب اللہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت اور ان کے طور طریقے کو اپنانے اور ان کے اعمال کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا، اس بنا پر ان کے اقوال و افعال کی حفاظت کی، خود مشاہدہ کیا یا سنا تو وہ بھی بتایا، اور اگر کسی دوسرے صحابی سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا تو وہ شامل کر دیا تاکہ سننے والے کو اعتماد رہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ہی قول یا فعل ہے، یا ان کے سامنے اس طرح کے حالات آئے، وہ سب چیزیں ان لوگوں نے محفوظ رکھیں۔ بعد میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے جن لوگوں نے نئے نئے خیالات داخل کیے، عہد صحابہ میں ہی کچھ ایسا ہوا، تو اب جو نئے لوگ پیدا ہوئے یا کہیں اور سے آئے جو اپنے ماحول سے متاثر تھے اسلام میں بھی نئی چیز داخل کرنے لگے، صحابہ نے اس کو دیکھا تو اس کا رد کیا، ان لوگوں نے حدیثوں میں کچھ ترمیمیں کرنی شروع کیں، جب یہ چوری پکڑ لی گئی تو اب یہ قاعدہ مقرر کر دیا گیا کہ صرف خوش عقیدہ لوگوں کی حدیثیں سنی جائیں گی، اور اس کو بھی خوب اچھی طرح سے پرکھ لیا جائے کہ اس آدمی کی یادداشت کیسی ہے؟ اس آدمی کا چلن کیسا ہے؟ اس آدمی کے اندر کبھی کبھی یا اکثر کوئی غلط بات کہنے یا اپنی طرف سے ملانے کی عادت ہے یا نہیں۔ اگر یہ سب عیوب ہوں تو اس کی روایت سے پرہیز کیا جائے۔ اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں جمع کی گئیں، اب حدیثیں با قاعدہ کتابت میں لائی گئیں، اور ضبط کتاب کے بعد اس میں کبھی کبھار ایسا بھی ہوا کہ اس میں کچھ مخدوش راویوں کی حدیثیں بھی داخل ہوئیں تو اب حدیث کی کتابوں میں لوگوں نے بہت زیادہ احتیاط برتنی شروع کی، اس معاملے میں مدینہ طیبہ، مکہ معظمہ اور ملک شام اور کوفہ اور بصرہ اور بہت سارے علاقوں میں لوگوں نے کام کیا، کتابیں جمع ہوئیں۔ امام مالک کی مؤطا ان میں زیادہ مقبول رہی، پھر ایک عرصہ گزر گیا تو امام اسحاق ابن راہویہ جو امام بخاری کے استاد ہیں، انہوں نے کہا: کہ کاش ایک ایسی کتاب جمع کر دی جاتی جس میں فقہی مسائل کے ابواب قائم کر کے صرف صحیح حدیثیں تخریج کر لی جاتیں۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے دل ہی دل میں یہ منصوبہ بنا لیا۔ ان کی یادداشت میں تقریبا چھ لاکھ حدیثیں تھیں، ان میں سے انہوں نے 30 ہزار کو منتخب کر لیا اور 30 ہزار میں سے با قاعدہ قواعد پر پرکھ پرکھ کر اور اسی طرح غیبی اشارہ و استخارہ کے ذریعے حاصل کر کے اپنی ایک ضخیم کتاب بخاری شریف میں جمع کی، جس میں سات ہزار سے کچھ زیادہ حدیثیں جمع کر دیں، ان میں

مکررات بھی ہیں، تو یہ کتاب تیار کی اور اسے امام اسحاق ابن راہویہ کو انہوں نے پیش کی، انھوں نے بہت پسند کیا، امام احمد ابن حنبل نے بھی تعریف کی۔ لیکن کچھ محدثین نے یہ سوچا کہ اور حدیثیں جمع کی جائیں جن میں صحیح اور حسن اور اس سے بھی کم درجے کی ضعیف بھی، متروک بھی، بلکہ بعض اوقات موضوعات بھی سب جمع کردی جائیں، اور تمام راویوں کا درجہ بدرجہ نام بھی ذکر کیا جائے۔ انہوں نے یہ سوچا تاکہ آنے والے لوگ قواعد تنقیح پر حدیثوں کو الگ الگ کرکے اس کے ذریعے سے دوسرے کام کرسکیں۔ ایک موضوع پر یعنی ایک مسئلے کو ثابت کرنے کے لیے اگر کئی قسم کی حدیثیں ملتی ہیں تو ان سب کو ایک آدمی اکٹھا کرسکے گا اور اس میں قواعد تنقیح کی بنا پر حدیثوں کو الگ الگ معیار پر پرکھے کہ یہ صحیح ہے کہ ضعیف ہے کہ کیا ہے؟ اس حساب سے وہ الگ الگ کرے اور ان سب کی تنقیح کی جائے اور تنقیح کے بعد پھر دیکھا جائے کہ ضعیف حدیثیں کتنی ایسی ملتی ہیں جو ایک دوسرے کے ہم معنی ہیں کہ ضعیف ضعیف مل کر قوی ہو جاتی ہیں۔ تو اس طریقے پر کتابیں لکھی گئیں اور الحمد للہ اس کے ذریعے بہت بڑا کام ہوگیا۔ کم از کم اتنا تو ہو ہی گیا کہ رسول پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی زندگی کے تمام حالات مضبوط طریقے سے سامنے آگئے کہ شک وشبہے سے بالاتر ہوئے۔ ورنہ اور دیگر انبیاء کرام کے حالات میں اکثر جو ہمارے پاس آتے ہیں وہ افواہ والے بھی آجاتے ہیں۔ چونکہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے خاتم النبیین بنایا اس وجہ سے آپ کے حالات کو اور آپ کے اقوال کو جمع کرنے کے لیے بہت ہی تھوڑے وقت میں ایسی جماعت پیدا فرمادی کہ حدیث کے ایک ایک راوی کے حالات زندگی کو باقاعدہ انہوں نے اکٹھا کردیا۔

سوال: حدیث کو جمع کرنے کا سلسلہ کب تک چلا ہے؟

محدث کبیر: یہ سلسلہ تو تقریباً 400 سال تک تو چلتا ہی رہا بلکہ اس کے بعد بھی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی احادیث کو کتابی شکل میں لانے کا کام پہلی ہی صدی کے آخر میں ہی شروع ہوگیا، پہلی صدی کا ابھی کچھ حصہ ختم بھی نہیں ہوا جمع حدیث کا کام شروع ہوگیا تھا۔ جیسے ھمام ابن منبہ رضی اللہ تعالی عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے شاگرد ہیں، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے جتنی حدیثیں سنیں سب کو ضبط قلم کرلیا، اب بھی وہ کتاب ملتی ہے صحیفہ ھمام ابن منبہ، اسی طرح ان کے بعد کے لوگوں نے جمع کرنا شروع کیا، رسول پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانے میں بھی حدیث پاک لکھی جاتی تھی، اور صحابہ اس لیے لکھتے تھے کہ وہ خزانہ میرے پاس تحریری طور پر بھی موجود رہے، دماغ میں تو محفوظ ہے ہی' تحریری طور پر بھی محفوظ رہے، پھر تابعین میں یہ کام باضابطہ چلنے لگا، تابعین میں امام زہری ہیں جو امام مالک کے بھی استاد ہوتے ہیں اور حضرت ربیعۃ الرائے ہیں اور دیگر کئی بڑے بڑے علماء اور تابعین ہیں جو پہلی صدی میں پیدا ہوئے اور انہوں نے براہ راست صحابہ کرام سے علم حاصل کیا، جس میں علم حدیث بھی تھا، ان لوگوں نے بھی کتابیں لکھنا شروع کیں، یا املا کراتے تھے یعنی اپنے شاگردوں کو لکھواتے تھے، اس طرح بہت ساری چیزیں جمع ہوگئیں۔ کچھ چیزیں لوگوں نے صرف سینے میں محفوظ رکھیں، تو ان چیزوں کو اور لوگوں نے ان کے بعد جمع کیا، پھر اس کے بعد جمع کیا، پھر اس کے بعد اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہا، مگر طریقہ یہ رہا کہ راوی کا سلسلہ پورا کا پورا رسول پاک تک پہنچنا چاہیے اور ایک ایک راوی کا ذکر ہونا چاہیے کہ میں نے فلاں سے سنا، انہوں نے کہا میں نے فلاں سے لیا، فلاں سے لیا، فلاں نے فلاں سے لیا یہاں تک کہ رسول پاک، اس طرح سے حدیث پاک جمع ہوئیں۔

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث طیبہ کو لکھنے سے منع فرمایا تھا، جب وہ نہیں چاہتے تھے کہ انہیں لکھا جائے؟

محدث کبیر: ہاں یہ سوال ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اکتبوا عني القرآن ولا تكتبوا عني غيره'' مگر

اس کا مطلب یہ تھا کہ جب میں قرآن لکھوار ہاہوں تو جہاں قرآن لکھا جارہا ہے وہاں دوسری چیز نہ لکھی جائے، کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسااوقات ایسا بھی فرماتے تھے کہ آیت اتری اور لکھوادی اور اس کے بعد کچھ تشریح اپنے طور پر بعد میں بتاتے تھے، تو کچھ لوگوں نے وہ تشریح بھی آیت کے اس لفظ کے ساتھ لکھ دی، رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا تو اس کو روکنے کے لیے کہ کوئی بھی اس کو پڑھے گا تو اس کو بھی کہیں قرآن میں شامل نہ کرلے اس لیے آپ نے منع فرمادیا کہ قرآن لکھتے وقت کوئی دوسرا لفظ جوڑ کر نہ لکھا جائے۔

سوال: تمام کتابوں میں صحاح ستہ کا نام جو ہے وہ اوپر آتا ہے، خاص طور پر بخاری شریف کا نام آتا ہے کہ اسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

محدث کبیر: اس کی وجہ یہ ہے کہ صحت ثبوت میں یعنی حدیثوں میں ثابت ہونے کے جتنے طریقے ہیں مثلاً راوی مضبوط سے مضبوط تر ہو اس اعتبار سے کتابوں میں بخاری کو درجہ اول حاصل ہے۔ اور صحیح مسلم کو دوسرا درجہ۔

سوال: کیا آپ کی نظر میں صحاح ستہ کے بعد کوئی ایسی کتاب ہے جو امام بخاری کے معیار پر اترتی ہو؟

محدث کبیر: کیوں نہیں! صحاح ستہ کے معیار پر امام طحاوی کی شرح معانی الآثار ہے، وہ خود اسی معیار پر ہے، ابوداؤد سے کم درجے پر تو نہیں، بلکہ اکثر حدیثیں اس کی ابوداؤد سے بھی زیادہ قوی ہیں۔

سوال: اگر ہم صحاح ستہ کے علاوہ کوئی اور حدیث پیش کرتے ہیں تو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے، اس پر کچھ ارشاد فرمائیں!

محدث کبیر: اس بات پر تو سبھی متفق ہیں کہ دین کا انحصار صرف ان چھ کتابوں پر نہیں ہے اس پر سبھی متفق ہیں یہاں تک کہ وہ لوگ بھی جو اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں وہ خود بھی دوسری کتابوں سے مدد لیتے ہیں، مثال کے طور پر سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث جو ہے وہ صحاح ستہ میں کہیں نہیں ملے گی۔

سوال: یہ حدیث صحاح ستہ میں کہیں نہیں ہے؟

محدث کبیر: نہیں! کہیں نہیں ملے گی، سب سے پہلے جس کتاب میں ملتی ہے وہ صحیح ابن خزیمہ ہے۔

سوال: تقلید ائمہ کیوں ضروری ہے؟ جب قرآن کریم ہمارے پاس موجود ہے اور حدیث پاک سے بھی ہم استفادہ کرسکتے ہیں تو کیا ضرورت ہے کہ کسی ایک امام کی تقلید کی جائے؟

محدث کبیر: دراصل ہر آدمی اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ کتاب وسنت سے وہ دین کے مسائل کا استنباط کرسکے، اس کے لیے بہت زیادہ علم اور بڑی زبردست دانائی اور قواعد استنباط وغیرہ کی معرفت ضروری ہے، اسی میں اس کی پوری عمر خرچ ہوجائے گی اور استنباط کے لائق نہیں بنے گا، یہ تو اللہ کی داد ودہش ہے کہ اس نے ایسے چند افراد پیدا کردیے کہ انہوں نے یہ ضابطے مقرر کردیے، جیسے اب یہ ضابطہ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے عمل فرمائے، اب ان دو میں دونوں کو جاری رکھا جائے یا دونوں میں سے ایک کو؟ اس کا ایک ضابطہ ہونا چاہیے، تو اب یہ دیکھا جاتا ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں کیا یہ صورت نظر آرہی ہے کہ یہ دونوں کام کیا جاسکتا ہے؟ اگر ہاں تو وہاں پر اب دو شقیں پیدا ہوتی ہیں کہ ان میں سے بہتر کون ہے دونوں کام کیسے جاسکتے ہیں تو کون بہتر ہے۔ اب وہ بہتر بھی تلاش کیا جائے گا تو کتاب وسنت ہی سے، کہ یہ مستحب ہوا یہ مباح ہوا، یعنی یہ کر تو سکتے ہو مگر بہتر یہ ہے۔ اس کے بعد یہ تلاش کیا جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم اس کام میں کس کو زیادہ کرتے تھے، کبھی کبھار چھوڑ دیا مگر زیادہ اسی کی پابندی کرتے تھے تو وہ سنت سنت موکدہ ہوگئی، اور کبھی کبھار کر لیتے تھے تو سنت غیر مؤکدہ ہوگئی. یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ اگر دونوں اس طرح سے ایک دوسرے کے خلاف ہیں کہ اگر ایک پر عمل کیا جائے تو دوسرا عمل ترک ہو رہا ہے، اور اس کی وجہ سے ہمارے کام میں خلل پیدا ہوتا ہے یا نہیں ہوتا؟ اس کے لیے الگ ضابطہ ہے۔

سوال: یہ جو آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم اور احادیث کریمہ سے مسائل کے اخذ کرنے میں کچھ قواعد وضوابط طے کیے گئے، تو اس میں سب سے پہلے کونسی شخصیت ہے جس نے اس میدان میں قدم رکھا، قواعد وضوابط طے کرنے میں؟

محدث کبیر: اس میں تو تابعین میں بہت سے لوگ تھے، جیسے فقہائے سبعہ مدینہ طیبہ تھے، جن میں حضرت ربیعۃ الرائے، خارجہ ابن زید ابن ثابت، سالم ابن عبداللہ، سلیمان بن یسار وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے، مگر اس زمانے میں تکمیل نہیں ہوئی، سب سے زیادہ اس کے اوپر جنہوں نے توجہ فرمائی اور جنہوں نے اس میں اصابت حاصل کی وہ سیدنا امام ابوحنیفہ ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے اس طرف پیش قدمی کی، پھر انہی کی فقہ کو حاصل کر کے کچھ دوسرے حضرات بھی آئے۔ جنھوں نے ان میں اور شقیں پیدا کیں، پھر امام مالک، امام شافعی، امام احمد ابن حنبل وغیرہ بعد کے ہیں۔

سوال: الحمدللہ ہم امام ابوحنیفہ کے ماننے والے ہیں اور ہمارے باپ دادا بھی انھیں کے ماننے والے ہیں، مگر کچھ لوگ ملے جنہوں نے کہا کہ پہلے میرے ماں باپ حنفی تھے مگر میں اب مالکی ہوں، تو کیا ہمارے پاس کوئی choice ہے کہ ہم مالکی بن جائیں یا حنفی بن جائیں؟

محدث کبیر: یہ تو کسی صورت میں جائز نہیں۔ یہ اگر نفس کی اتباع میں کیا تو ناجائز ہے، کہ مجھے اس فقہ میں زیادہ آسانی مل رہی ہے لہٰذا اس پر عمل کیا جائے، یہ نفس کی اتباع ہے۔ اور اگر یہ وجہ پڑ گئی کہ ماں باپ مثلاً: ہندوستان میں رہتے تھے، اب وہ چلے گئے ایسے ملک میں جہاں پر کوئی حنفی عالم مسئلہ بتانے والا ملتا ہی نہیں ہے، تو اب میں کیا کروں؟ اور حنفی کتابیں بھی دستیاب نہیں ہیں یا ان کتابوں کو سمجھنے کی میرے اندر صلاحیت ہی نہیں ہے، تو ایسی صورت میں وہ اپنا دین اپنی کھوپڑی سے تو خراب نہیں کرے گا، اب ضروری ہے کہ جن دو اماموں کے مقلد علماء وہاں ملتے ہیں، تو ان میں جن کو زیادہ مضبوط سمجھ رہا ہے یہ ان کی تقلید کرے، اس فقہ پر جائے۔ لیکن اگر ایسا کرنا شروع کر دیا کہ چلو اب 25 سال تک تو میں فقہ حنفی پر عمل کرتا رہا، اب کچھ ذرا سا لذت لے لو امام مالک کی تقلید کر کے، پھر تھوڑی لذت لے لو امام شافعی کی تقلید کر کے، یہ تو صرف ادھر سے ادھر ہونے کا کام کر رہا ہے۔

سوال: لیکن حضرت کبھی یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ مجھے فقہ حنفی کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہے اور میں جہاں رہتا ہوں وہاں فقہ مالکی کے بارے میں بہت معلومات ہے اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں اگر فقہ مالکی کو پریکٹس کروں گا تو میں بہتر اپنے عمل کو انجام دے سکتا ہوں کیا اس صورت میں جائز ہے؟

محدث کبیر: نہیں۔ اسی صورت میں کہ میں نے بتائی کہ حنفی مسائل کا بتانے والا کوئی آپ کو نہیں مل رہا ہے، اور آپ کتابوں سے ان مسائل کا استنباط بھی نہیں کر سکتے تو ایسی صورت میں اگر مالکی فقہ آپ کو سکھانے والا آدمی موجود ہے تب جا سکتے ہیں یہ ایک مجبوری ہے، یہ آپ اپنے نفس کے لیے نہیں گئے بلکہ اس وجہ سے گئے کہ میں دین پر عمل کرنے میں اب اپنی حاجت روائی کا کوئی آدمی پا ہی نہیں رہا ہوں اس لیے جو حاجت روا مل رہا ہے اس سے میں کام لوں۔

سوال: حضرت مسلمانوں کے نام سے بڑے group آئے ہوئے ہیں، جیسے: القاعدہ ہے، داعش ہے وغیرہ تو یہ سب کیا ہیں؟

محدث کبیر: یہ سب جو ہیں مسلمانوں کو بدنام کرنے والے لوگ ہیں، اسلامی طور طریقے سے ان کا کوئی بھی واسطہ نہیں ہے، یہ لوگ مسلمانوں کو بھی قتل کرتے ہیں اور ان کو مسلمانوں کو قتل کرتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی، اج تک ایک کافر کو قتل نہیں کیا ہوگا انہوں نے، اور مسلمانوں کا خون بے دریغ، بچوں کا، عورتوں کا بہاتے ہیں، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے میدان میں عورتوں کے اور بچوں کے قتل کرنے کی اجازت نہیں دی، جو ایسا کرتا ہے وہ سزا کا مستحق بن جاتا ہے، اسلامی تعلیمات اس کے بالکل برخلاف ہیں، ضیاع مال اور تباہی اور جان کو ضائع کرنا تو اور برا ہے لوگوں کو ناکارہ بنا دینا کسی کا ہاتھ چلا گیا پاؤں چلا گیا بھلے زندہ ہے مگر وہ کام کے لائق نہیں ہے، یہ سب طریقے غیر اسلامی ہیں، مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کون سے مسلمان ہیں کہ حضرت خالد ابن ولید کی قبر کو بھی برباد کریں، یہ کون سے مسلمان ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قبر مبارک کو بھی وہ اپنے بموں کا نشانہ بنائیں، کسی نبی کی کسی صحابی کی کسی ولی کی قبر ہو، یہ لوگ قصداً بم اسی پر گرا رہے ہیں، ایسا کوئی مسلمان تو نہیں کر سکتا۔

سوال: حضرت اب چونکہ ہمارا وقت مکمل ہونے والا ہے کافی باتیں رہ گئی ہیں لہذا گفتگو کو سمیٹتے ہوئے میں چاہوں گا کہ مختصراً ساری باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہیوسٹن کے جو مسلمان ہیں یہاں پہ جو اس وقت پورے شہر کے کنارے کنارے سے آپ کو سماع کر رہے ہیں ان کے لیے دینی اعتبار سے کچھ نصیحت کے کلمات ارشاد فرما دیں۔

محدث کبیر: یہاں پر اس زمانے میں مسلمانوں کے نام پر مختلف فرقے بے اعتدالی کا شکار ہو گئے اور اس بے اعتدالی کی وجہ سے یہ نتیجہ ہوا کہ دین اسلام میں رخنے آ گئے، نئے نئے مسائل لوگوں نے اس میں داخل کر دیے جس کا کتاب اور سنت سے کوئی تعلق نہیں، اسی بنا پر ہمارے مقتدائے اعظم اس زمانے کے حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے احادیث اور قرآن کریم اور اور فقہاء وعلمائے امت، ائمہ دین ان لوگوں کے استنباط اور ان کے دلائل کی روشنی میں دین کی جو اصل نکھری ہوئی صورت صحابہ کرام کے دور میں تھی وہ صورت انہوں نے پیش کر دی ہے، اعتقادی بھی عملی بھی، اس لیے میں تو سمجھتا ہوں کہ اس زمانے میں مسلمان کو اگر اپنی دینداری محفوظ رکھنی ہے تو امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی کتابوں کی اور ان کی تعلیمات کی، ان کے مسلک کی اقتدا کر کے صحیح راہ پا سکتا ہے، جو کہ بے شک دین اسلام ہے، اس کے علاوہ دوسری چیزیں یا تو آدمیوں نے بنائی ہیں یا اس میں آدمیوں نے داخل کر دی ہیں، اس لیے سچے دین پر اگر چلنا ہے تو اس کے لیے یہی کرنا ہوگا، میں نہ صرف ہیوسٹن کے مسلمانوں کو بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو اسی کی نصیحت کرتا ہوں۔

اللہ تبارک وتعالی مجھے اور آپ تمام اہل سنت کو اور مجھے اس پروگرام میں شریک کرنے والوں کو سب کو اللہ تعالی اپنی حفاظت میں رکھے، دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے نوازے، حسن خاتمہ سے مجھے اور میرے تمام احباب کو مالا مال فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

□□□

''فتاویٰ محدث کبیر'' کی ترتیب

حضور محدث کبیر زید مجدہ نے تدریسی سلسلے کے آغاز میں بریلی شریف میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں فتویٰ نویسی کی ہے۔فقیر نے دریافت کیا کہ وہ فتاویٰ کہاں ہیں؟ فرمایا:''فتویٰ لکھ کر سائلین کو دیدیتا تھا،اس کی نقل میں نے نہیں رکھی،اس دوران مجھے اس کا خیال نہیں تھا کہ نقلیں اپنے پاس رکھنی چاہئیں''۔جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں تدریس کے دوران ہر سال رمضان شریف کی چھٹیوں میں اسی مقصد سے بریلی شریف چلے جاتے،وہاں دارالافتاء میں موجود مفتیانِ کرام مشکل قسم کے سوالات حضور محدث کبیر کے لیے چھوڑ رکھتے،چنانچہ جن دنوں اپالوالیون (Apollo11) کی چاند پر جانے کی خبر گرما گرم تھی یہ سوال ہر طرف سے پوچھا جارہا تھا کہ کیا چاند پر جانا ممکن ہے؟ اس مضمون کے جتنے سوالات آئے سب محدث کبیر کے لیے لوگوں نے چھوڑ رکھے،آپ نے ان کے تحقیقی جوابات دیے،جس کی کچھ ابحاث اس فقیر نے حضور محدث کبیر کی یادداشت سے صدر الشریعہ نمبر جدید ایڈیشن میں شامل کردی ہیں۔ایک فتویٰ آپ کی یادداشت سے اس فقیر نے بھی مرتب کر کے رکھا ہوا ہے۔

جامعہ اشرفیہ میں جب تک رہے شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے،اور طویل عرصے تک صدر المدرسین بھی رہے،اس دوران دارالافتاء حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ کے حوالے تھا،آپ کو صدارت سے ہی فرصت نہ تھی،تاہم ان دنوں بھی خاص خاص لوگ اپنے سوالات لیکر آپ کی بارگاہ میں گزارش کرتے کہ'' آپ سے جواب چاہیے'' تو گاہے گاہے ایسے لوگوں کو جواب لکھ کر دیدیتے۔ان جوابات کا کوئی ریکارڈ نہیں۔ماہنامہ اشرفیہ میں کچھ جوابات شائع بھی ہوئے،وہ ان شاءاللہ آسانی سے دستیاب ہوجائیں گے۔شارح بخاری علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضور محدث کبیر مدظلہ العالی نے جامعہ اشرفیہ میں صدر شعبہ افتا کی حیثیت سے دارالافتا سنبھالا،اس دوران آپ نے کچھ فتاویٰ بھی لکھے ہوں گے۔یہ سلسلہ زیادہ دن نہ چل سکا اور جامعہ اشرفیہ سے آپ نے مستقل طور پر علاحدگی اختیار کرلی،پھر جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی میں اپنی خدمات کا سلسلہ شروع کیا،اس کے بعد بلکہ اس سے پہلے بھی جامعہ امجدیہ کے شعبہ افتا سے جس قدر فتاویٰ جاری ہوتے آپ کے دستخط سے جاری ہوتے۔اس فقیر کے درجنوں فتاویٰ ملک و بیرون ملک میں حضور محدث کبیر کی تصدیق اور دستخط سے جاری ہوئے،اور اب بھی جامعہ امجدیہ سے شائع ہونے والے فتاویٰ آپ کی تصدیق سے جاری ہوتے ہیں۔آپ کی بارگاہ میں سوالات کثرت سے پیش کیے جاتے ہیں لیکن آپ انھیں جامعہ امجدیہ کے اصحابِ افتا مدرسین کے حوالے کردیتے ہیں۔کبھی کبھی آپ نے توجہ فرمائی اور تحقیقی فتاویٰ تحریر فرمائے ہیں اگرچہ ان کی تعداد قلیل ہے،کچھ ہیں جن کی نقول موجود ہیں،وہ ہمارے لیے سرمایہ ہیں۔لیکن جن کی نقل موجود نہیں،ہم چاہتے ہیں کہ کسی طرح دستیاب ہوجائیں تاکہ ان کو مجموعہ فتاویٰ میں شامل کرلیا جائے۔

اس فقیر کو فقہ و افتا سے جو کچھ حصہ حاصل ہوا وہ حضرت کا ہی فیضان ہے،فقیر کی مختلف النوع مصروفیات اور حضرت کے کثرت سے دوروں کے سبب حضرت کی صحبت زیادہ میسر نہیں ہوپاتی،ہمارا دس بارہ سال کا عرصہ تو امریکہ میں گزر گیا،اگر وہ سارا وقت حضرت کی خدمت میں گزرتا تو فقیر بہت بڑا سرمایہ جمع کرلیتا۔بہر کیف جس قدر صحبت ملتی ہے ہم اسی کو غنیمت جانتے ہیں،اور کچھ نہ کچھ حاصل کرنے اور محفوظ کرنے کی کوشش رہتی ہے،ہم نے حضرت کی بارگاہ میں پیہم اصرار کیا ہے کہ کچھ وقت تحریری کاموں کے لیے دیدیا جائے،کبھی منع نہ فرمایا،مگر حضرت کی گوناگوں مصروفیات اور ملاقاتیوں کی کثرت کے سبب ٹائم مینجمنٹ کا بہت بڑا مسئلہ رہتا ہے۔تاہم فقیر کا اصرار بھی جاری رہتا ہے،وقت گزرتا جارہا ہے،ہم نے عزم کرلیا ہے کہ کچھ نہ کچھ لکھوالیا جائے،اس کے لیے ہم نے سب سے پہلے ''فتاویٰ محدث کبیر'' کی ترتیب کا مزاج بنالیا ہے،اس کے لیے حضرت نے کچھ وقت دینے کا وعدہ کرلیا ہے،ان شاءاللہ تعالیٰ اس کے لیے کچھ اہم فتاویٰ تحریر کروائیں گے،تاکہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے حضرت کے تلامذہ کے لیے خصوصاً اور اہل سنت کے لیے عموماً علمی فیوض و برکات کا ایک ضیائی تراث محفوظ ہوجائے۔قارئین سے گزارش ہے کہ حضرت کی صحت و سلامتی کی دعا کریں،اور کسی کے علم میں حضرت کا کوئی فتویٰ مطبوع یا غیر مطبوع ہو تو ہمیں اس کی کاپی فراہم کرائیں یا ہمیں اطلاع دیں،تاکہ ہم حصول یابی کی کوشش کریں۔

فقیر فیضان المصطفیٰ قادری
۲۲ر دسمبر ۲۰۲۳ء

قسط نمبر (۲۳)

ضیائے تفسیر

از: شہزادۂ صدرالشریعہ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ

پیشکش:۔ مفتی شمیم رضا اویسی جامعہ امجدیہ رضویہ

لَن تَنَالُواْ الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُواْ مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا
تُنفِقُواْ مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝۹۲ كُلُّ الطَّعَامِ
كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَىٰ
نَفْسِهِ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ ۗ قُلْ فَأْتُوا
بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝۹۳ فَمَنِ افْتَرَىٰ
عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الظَّالِمُونَ ۝۹۴ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ ۗ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ
حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝۹۵ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ
وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى
لِّلْعَالَمِينَ ۝۹۶ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن
دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ
اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ
الْعَالَمِينَ ۝۹۷ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ
اللَّهِ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ۝۹۸ قُلْ يَا أَهْلَ
الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ
تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنتُمْ شُهَدَاءُ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُونَ ۝۹۹ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا فَرِيقًا
مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ
كَافِرِينَ ۝۱۰۰ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ
آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۗ وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ
هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝۱۰۱ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم
مُّسْلِمُونَ ۝۱۰۲ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ
وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً
فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا
وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا
كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝۱۰۳
وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ
بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ۝۱۰۴ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا
مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
عَظِيمٌ ۝۱۰۵ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا
الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ
فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ۝۱۰۶ وَأَمَّا

الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۱۰۷ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ۱۰۸ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۱۰۹ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ۱۱۰ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ۱۱۱ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۱۱۲ لَيْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ۱۱۳ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۱۱۴ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ۱۱۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۱۱۶ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۱۱۷ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۱۱۸ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۱۱۹ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ۱۲۰

ترجمہ:

تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو(۱) اور تم کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے(۲) سب کھانے بنی اسرائیل کو حلال تھے(۳) مگر وہ جو یعقوب نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا توریت اترنے سے پہلے، تم فرماؤ توریت لا کر پڑھو اگر سچے ہو(۴) تو اس کے بعد جو اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی ظالم ہیں(۵) تم فرماؤ اللہ سچا ہے تو ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور شرک والوں میں نہ تھے(۶) بیشک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا رہنما(۷) اس میں کھلی نشانیاں ہیں(۸) ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ(۹) اور جو اس میں آئے امان میں ہو(۱۰) اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے(۱۱) اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے(۱۲) تم فرماؤ اے کتابیو! اللہ کی آیتیں کیوں نہیں مانتے(۱۳) اور تمہارے کام اللہ کے

سامنے ہیں(۱۴) تم فرماؤ اے کتابیو! کیوں اللہ کی راہ سے روکتے ہو اسے جو ایمان لائے اسے ٹیڑھا کیا چاہتے ہو اور خود اس پر گواہ ہو(۱۵) اور اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔ اے ایمان والو! اگر تم کچھ کتابیوں کے کہے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر کر چھوڑیں گے(۱۶) اور تم کیوں کر کفر کرو گے تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف لایا(۱۷) اور جس نے اللہ کا سہارا لیا تو ضرور وہ سیدھی راہ دکھایا گیا(۱۸) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان(۱۹) اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر(۲۰) اور آپس میں پھٹ نہ جانا(۲۱) اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے(۲۲) اور تم ایک نار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا(۲۳) اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم ہدایت پاؤ اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے(۲۴) کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری بات سے منع کریں(۲۵) اور یہی لوگ مراد کو پہنچے(۲۶) اور ان جیسے اور نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انھیں آ چکی تھیں(۲۷) اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے جس دن کچھ منہ اجالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے(۲۸) تو وہ جن کے منہ کالے ہوئے کیا تم ایمان لا کر کافر ہوئے تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ(۲۸) اور وہ جن کے منہ اجالے ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے(۲۹) یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم ٹھیک ٹھیک تم پر پڑھتے ہیں اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا(۳۰) اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کے رجوع ہیں(۳۱) تم بہتر ہو(۳۲) ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا(۳۳) ان میں کچھ مسلمان ہیں(۳۴) اور زیادہ کافر(۳۵) وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا(۳۶) اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے(۳۷) پھر ان کی مدد نہ ہوگی(۳۸) ان پر جمادی گئی خواری جہاں ہوں امان نہ پائیں(۳۹) مگر اللہ کی ڈور(۴۰) اور آدمیوں کی ڈور سے(۴۱) اور غضب الٰہی کے سزاوار ہوئے(۴۲) اور ان پر جمادی گئی محتاجی(۴۳) یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے ہیں اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے یہ اس لیے کہ نافرماں بردار اور سرکش تھے(۴۴) سب ایک سے نہیں(۴۵) کتابیوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں(۴۶) اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں(۴۷) اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم اور بُرائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر بولتے ہیں اور یہ لوگ لائق ہیں(۴۸) اور وہ جو بھلائی کریں ان کا حق نہ مارا جائے گا اور اللہ کو معلوم ہیں ڈر والے(۴۹) وہ جو کافر ہوئے ان کے مال اور اولاد ان کو اللہ سے کچھ نہ بچا لیں گے(۵۰) اور وہ جہنمی ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا(۵۱) کہاوت اس کی جو اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں(۵۲) اس ہوا کی سی ہے جس میں پالا ہو وہ ایک ایسی قوم کی کھیتی پر پڑی جو اپنا ہی بُرا کرتے تھے تو اسے بالکل مار گئی(۵۳) اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہ خود اپنی

جانوں پر ظلم کرتے ہیں (۵۴) اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی گئی نہیں کرتے (۵۵) ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تم کو پہنچے اتنی بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں بڑا ہے (۵۶) ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنا دی اگر تمہیں عقل ہو (۵۷) سنتے ہو یہ جو تم ہو تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں نہیں چاہتے اور حال یہ کہ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو (۵۸) اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے (۵۹) اور اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چبائیں غصہ سے (۶۰) تم فرمادو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں (۶۱) اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگے اور تم کو برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں (۶۲) اور اگر تم صبر اور پرہیزگاری کیے رہو تو ان کا داؤں تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا (۶۳) بے شک ان کے سب کام خدا کے گھیرے میں ہیں۔

تفسیر:

(۱) مناسبت: پہلے ذکر ہوا کہ کافر کا نفقہ مقبول نہیں، اب مسلمانوں کو اس خرچ کا طریقہ بتایا جارہا ہے جو اللہ کے نزدیک مقبول ہے اور جس کے کرنے سے انسان ابرا کے زمرہ میں شریک ہوگا، دوسری آیتوں میں ابرا کا جنت ونعیم میں ہونا بتایا گیا ہے۔ (کبیر ۱۴۱)

البر سے مراد مطلق نیکی ہے لیکن یہاں کامل نیکی، رحمت اور جنت اور رضائے الٰہی بھی مراد ہوسکتی ہے۔

مما تحبون سے مراد مال ہے اور مال سے عام بھی ہوسکتا ہے یعنی ہر عزیز و پسندیدہ چیز جیسے عزت، حکومت، قوت، وقت، بدن، جان۔ (بیضاوی ۳۰)

صحابۂ کرام و تابعین اور مسلمان ہمیشہ اس پر عمل کرتے رہے، حضرت ابوطلحہ نے اس آیت کے نزول کے بعد عرض کی کہ اے اللہ کے رسول میرے تمام مالوں میں پسندیدہ تر بیرحا نامی (باغ اور کنواں) ہے، یہ اللہ کے لیے صدقہ کرتا ہوں آپ اسے جہاں چاہیں تقسیم فرمادیں، حضور نے اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور ت اوارب میں تقسیم کرنے کا حکم دے دیا، چنانچہ آپ نے اپنے رشتہ داروں پر اس کو بانٹ دیا۔ حضرت زید نے اس آیت کے بعد ایک گھوڑا لا کر دیا، حضور نے اسامہ بن زید کو وہ گھوڑا دے دیا۔ حسن فرماتے ہیں کہ جو بھی اپنی پسندیدہ کوئی چیز خرچ کرے وہ اس آیت میں داخل ہے خواہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ صدقات واجبہ ونافلہ سب اس میں داخل ہیں۔ (خازن، مدارک ۲۵۵)

(۲) پہلے محبوب اشیا کے خرچ کرنے کا بیان تھا، اب عام حکم بیان فرمایا جاتا ہے، محبوب وغیر محبوب ہر چیز کا خدا کو علم ہے اور اپنے علم محیط کی بنا پر وہ اس کی جزا عطا فرمائے گا۔

(بیضاوی ۱۳۱، خازن ۲۵۶، مدارک)

(۳) شان نزول:۔ یہود کی مسلمانوں سے اکثر چھیڑ چھاڑ رہتی تھی، مسلمانوں نے اپنا متبع ابراہیم سونا ظاہر کیا (جیسا کہ سابقہ آیتوں میں یہ بات گزر چکی ہے) اس پر یہود نے یہ اعتراض جڑ دیا کہ تم اونٹ کا دودھ پیتے ہو اور اس کا گوشت کھاتے ہو، حالاں کہ حضرت ابراہیم کے دین میں یہ چیزیں حرام تھیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ حضرت ابراہیم پر یہ چیزیں حرام نہ تھیں یہ چیزیں تو حضرت یعقوب (اسرائیل) نے اپنے اوپر کسی وجہ سے حرام کر لی تھیں، یہود نے جب اس کا انکار کیا تو ان کو تورات لاکر اس کے پڑھنے کا حکم دیا گیا یہود نے رسوائی اور فضیحت کے خوف سے اس کی

جرأت نہ کی۔(خازن۲۵۶)

کل الطعام سے مراد وہ کھانے کی چیزیں ہیں جن کے متعلق نزاع دائر ہوا۔(مدارک۲۵۶)

(۴) اسرائیل سے مراد یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہیں، ان کو مرض عرق النساءؔ (رانگ کا درد) کی وجہ سے طبیبوں نے اونٹ کا گوشت اور اس کے دودھ پینے سے روک دیا تھا یا انھوں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے شفا دے گا تو میں اپنی پسندیدہ غذا ترک کردوں گا، چنانچہ بعد صحت وشفا اس سے پرہیز کیا۔(خازن۲۵۷، بیضاوی۳۱)

آیا یہ چیزیں بنی اسرائیل پر بھی حرام تھی یا نہیں اس میں علما کا اختلاف ہے، بعض فرماتے ہیں کہ حرام تھیں اور تورات میں اس کی حرمت موجود ہے، اس لیے کہ بنی اسرائیل نے خود ہی ان چیزوں کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا تو بطور سزا ان پر حرمت باقی رکھی گئی۔

ذلک جزینهم ببغیهم، فبظلم من الذین هادوا، الخ: بعض علما فرماتے ہیں کہ تورات میں حرام نہیں کی گئیں بلکہ یہود نے خود ہی ان کو حرام تصور کرلیا ہے ورنہ تورات میں اس کی حرمت موجود نہیں اور یہود جھوٹ موٹ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔(خازن۲۵۷)

چنانچہ تورات میں ہے وہ سب جیتے چلتے جانور تمہارے کھانے کے لیے ہیں، میں نے ان سب کو نباتات کے مانند تمہیں دیا۔(پیدائش ۹۔۳)

فائدہ:۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امی ہونے کے باوجود تورات کے مضامین سے استدلال فرمایا، یہ آپ کا معجزہ اور غیبی علوم کی دلیل ہے۔(خازن۲۵۷)

(۵) یعنی حق کی اصل وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی اللہ پر جھوٹ بولے تو وہ بہت بڑا ظالم ہے۔(مدارک۲۵۷)

(۶) یعنی جب برہان اور دلیل سے تمہارا کذب اور اللہ اور اس کے رسول کا صدق ظاہر ہوگیا تو ابراہیم کے دین پر واپس آجاؤ جس سے نکل کر تم نے یہودیت وغیرہ اختیار کرلی ہے ارو جس کے داعی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، وہی ملت ابراہیم دین اسلام ہے۔(مدارک)

حنیف کے متعلق حواشی سورۂ بقرہ رکوع ۱۰/وغیرہ میں گزر چکے ہیں۔

(۷) یہ بھی یہود کی چھیڑ چھاڑ کا جواب ہے یہود نے کہا تھا کہ بیت المقدس ہمارا اور تمام انبیائے سابقین کا قبلہ ہے اور یہ کعبہ سے افضل ہے اور اس سے پہلے بنایا گیا ہے، اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور یہود کی کذب بیانی کو ظاہر فرمایا گیا اور حقیقت واضح کردی گئی کہ پہلا گھر مکہ میں ہے۔

(خازن۲۵۸/وغیرہ)

وضع للناس: یعنی لوگوں کو عبادت کے لیے سب سے پہلے یہ مکان بنایا گیا، اس کے پہلے بانی حضرت آدم ہیں، صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذر نے حضور سے عرض کی کہ سب سے پہلی مسجد زمین میں کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا مسجد حرام، تابعین سے بھی یہی بات مروی ہے۔(طبری۶)

طوفان نوح میں منہدم رہنے کے بعد حضرت ابراہیم و اسماعیل نے اس کی تجدید کی۔(خازن۲۵۹)

بکۃ: مکہ کا دوسرا نام ہے، عربی زبان میں ''ب'' کو ''م'' سے بدل دیا کرتے ہیں۔لازب، لازم۔راتب، راتم۔نبیط، نمیط۔(بیضاوی۳۱)

بعض حضرات نے کہا کہ مکہ پورا حرم ہے اور بکہ مسجد و بیت اللہ کا نام ہے، ابو مالک مجاہد وغیرہ سے یہی مروی ہے۔ (طبری ۷)

مبارکا: یعنی دینی و دنیاوی، مادی و روحانی برکتیں اس میں جمع کردی گئی ہیں۔ (روح المعانی ۵ روغیرہ)

ھدی: یہ مکان سارے عالم کے لیے جائے ہدایت اور معجزات کے سبب، جنت ارو اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ (خازن ۲۵۸)

(۸) یعنی اس میں بہت سی نشانیاں ہیں، جو اس کے قدیم تر اور برکت و ہدایت والے گھر ہونے پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً حجر اسود، ملتزم، حطیم وزمزم مشاعر حج وعمرہ وغیرہا۔ (خازن ۲۵۹)

(۹) منھا: مقام ابراہیم یعنی آیات بنیات میں سے ایک مقام ابراہیم ہے، اس لیے کہ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جو خانۂ کعبہ سے باہر ہے اور اس پر ان کے نشانِ قدم بنے ہوئے ہیں، یہ اول بیت ہونے کی کھلی نشانی ہے، اس لیے کہ بیت المقدس کی تعمیر یہودیوں کے قول پر حضرت سلیمان نے کی اور مسجد حرام حضرت ابراہیم نے تعمیر کی، لہٰذا یہ پہلے ہوئی، اور کھلی دلیل مقام ابراہیم کا موجود ہونا ہے، مقام ابراہیم سے بعض لوگوں نے سارا حرم مراد لیا ہے۔ (ابن کثیر ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴)

(۱۰) جو مسجد حرام میں داخل ہوگا اسے امن ہے، یہ دوسرا نشان ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص جس پر حد واجب ہوئی یا قصاص لازم ہوا، حرم میں آجائے تو اس سے قصاص نہ لیا جائے گا اور اس پر حد قائم نہ کی جائے گی۔ (خازن ۲۶۰)

(۱۱) بیت اللہ شریف کی فضیلت بیان کرنے کے بعد حج کی فرضیت کا بیان فرمایا جارہا ہے اور یہ بھی ایک قسم کی حجت ہے جو یہودیوں پر قائم کی جارہی ہے کہ تم ملت ابراہیم کے تابع نہیں کہ ملت ابراہیم کا اہم رکن حج ہے جو اسلام میں فرض ہے اور تمہارے یہاں نہیں۔

مسئلہ:۔ حج اسلام کے پانچ رکنوں میں سے ایک رکن ہے۔ (خازن ۲۶۰)

سبیل کی تفسیر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زاد و راحلہ سے فرمائی ہے، یعنی جس طرح سے حج کے لیے آنا آسان ہو وہ حج کی سبیل ہے۔ (مدارک ۲۶۰)

حج کے متعلق بحث اوپر گزر چکی ہے۔ (بقرہ، رکوع ۲۴، ۲۵)

(۱۲) اس سے معلوم ہوا کہ حج کا انکار کفر ہے، اسی طرح ہر فرض الٰہی کا انکار کفر ہے۔ (خازن ۲۶۲)

(۱۳) یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صداقت پر براہین قائم ہو چکے، اب نشان واضح ہونے کے بعد کیوں کفر کرتے ہو۔ (خازن، مدارک ۲۶۲)

(۱۴) یعنی اللہ کے سامنے تحریف اور کفر کرنا پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ (بیضاوی ۳۲)

(۱۵) یہود پوری کوشش صرف کرتے تھے کہ کسی طرح اسلام کی ترقی نہ ہو اور لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکنے کی بہت جدوجہد کرتے تھے اور اسلام جو سیدھا راستہ ہے اس میں خواہ مخواہ کجی اور ٹیڑھ ڈالنے کی تلاش کرتے تھے۔ "عوجا" کے معنی کجی کے ہیں۔

شان نزول:۔ شماس بن قیس یہودی نے ایک دن دیکھا کہ انصار کے دونوں گروہ اوس اور خزرج آپس میں دوست ہو گئے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، ایک مجلس میں اٹھتے بیٹھتے ہیں، یہ مسلمانوں کا اتحاد واتفاق اسے بہت گراں گزرا، ایک نوجوان

کو بلا کر جنگ ''بعاث'' اور اس کے قبل وبعد کے اشعار سنانے کو کہہ دیا، اس نوجوان نے جا کر جہاں اوس وخزرج تھے وہ اشعار سنائے، پُرانی عداوتیں تازہ ہوگئیں اور یقینی ہتھیار لے کر میدان میں اتر آئے، عین موقع پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہاجرین کو لے کر تشریف لائے اور پند ونصائح کیے، جس کا اثر یہ ہوا کہ انصار نے ہتھیار ہاتھ سے پھینک دیے اور روکر ایک دوسرے کے گلے سے لپٹ گئے۔ (طبری ۲۳، روح المعانی ۶، خازن ۲۶۲)

اس آیت میں یہود کو شرارت کرنے سے روکا جا رہا ہے۔ ''تبغونھا'' کی ضمیر سبیل کی طرف ہے جو عربی میں مؤنث سماعی ہے۔ یہودی کا نام شماس بن قیس بھی آیا ہے۔

(۱۶) یعنی اگر اہل کتاب کے کہنے پر تم لڑنے لگے تو ان کے کہنے پر چلنے کا نتیجہ ہوگا کہ دامن اسلام بھی ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔ ''فریقا من الذین اوتوا'' سے مراد یہودی ہیں کہ جن کا مقصد مسلمانوں کو مرتد بنانا ہے۔ (کبیر ۲۲)

(۱۷) یعنی مسلمانوں کے لیے دین سے پھر جانے کی گنجائش اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک کہ دو چیزیں مسلمانوں میں نہ رہیں، ایک قرآن کی تلاوت اور دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی رہنے سے مراد آپ کی سنت اور دلائل نبوت کا باقی رہنا ہے جو قیامت تک باقی رہیں گے۔ (روح المعانی ۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم میں دو امر چھوڑے ہیں تم گمراہ نہ ہوگے جب تک کہ ان کو پکڑے رہوگے، کتاب اللہ اور اس کے رسول کی سنت۔ (مشکوٰۃ ۳۸)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قبر انور میں تشریف فرمانا بھی ہمارے درمیان میں موجود ہونا ہی ہے، اس لیے قبر برزخ ہے، اس کا تعلق دنیا وآخرت دونوں سے ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق''۔ حدیث سے معلوم ہوا اللہ کا نبی قبر میں زندہ ہے، یہ حیات باطنی ہے، اسی طرح حیاتِ ظاہری میں ہر شک وشبہ مٹانے اور عذاب دور کرنے کے لیے آپ نفس نفیس تشریف فرما تھے۔ (خازن ۲۶۲، مدارک)

(۱۸) جو اللہ کے ساتھ تمسک کرے وہ سب۔

(۱۹) یعنی انسانی طاقت کے لحاظ سے پوری کوشش تقویٰ کی کرو اور مرو تو اسلام ہی پر تمہاری موت آئے ''حق تقاتہ'' سے اگر مراد اللہ تعالیٰ کے حق تقوی سے ہو تو اس کی کس کو طاقت ہے، بلکہ اس سے مراد بندے کی طاقت ہے جیسا کہ دوسری جگہ خود فرمایا ''اتقوا اللہ ما استطعتم'' (تغابن، ع:۲) (خازن ۲۶۳)

(۲۰) بحبل اللہ جمیعا: سب مل کر اللہ کی رسی قرآن اور دین اسلام کو مضبوط پکڑ لو، مسلم کی حدیث شریف ہے: کتاب اللہ وحبل اللہ کتاب اللہ، اللہ کی رسی ہے جو اسے پکڑے گا ہدایت پر رہے گا اور جو چھوڑ دے گا گمراہ ہو جائے گا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ نیز حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ حبل اللہ مسلمانوں کی جماعت ہے، حبل الہ سے مراد امر اللہ وطاقت اللہ وغیرہ اقوال بھی مروی ہیں، سب کے معنی ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ (خازن ۲۶۴، روح المعانی ۱۹ روغیرہ)

حبل کے لغوی معنی رسی کے ہیں اور مجازی معنی عہد وپیمان کے آتے ہیں۔

(۲۱) یعنی دین میں فرقے بندی نہ کرو اور یہود ونصاریٰ کی طرح سے نہ ہو جاؤ، سب مذہب اہل سنت وجماعت پر قائم رہو، یا

جاہلیت کے طریقے سے جھگڑے لڑائیاں نہ کرو، اتفاق و اتحاد، یک جہتی سے رہو، یا ایسی باتیں نہ کرو جس سے انتشار پیدا ہو اور یک جہتی ختم ہو جائے۔ (کبیر ۲۵، بیضاوی ۳۴)

(۲۲) تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے وسیلہ سے تم کو دوست اور بھائی بھائی بنا دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اوس وخزرج دونوں ایک ہی باپ کی اولاد تھے، لیکن ان میں ایک سو بیس سال سے جنگ جاری تھی، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم سے یہ لڑائیاں ختم ہوگئیں اور شیر وشکر ہو گئے اور ہو سکتا ہے کہ یہ اشارہ عرب کی عام حالت کی طرف ہو کہ ان میں ہزاروں لڑائیاں تھیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اتحاد واتفاق کا نظارہ دیکھنے میں آنے لگا، جس کا اس آیت میں احسان یاد دلایا جا رہا ہے۔

(روح المعانی ۱۹، طبری ۳۱، خازن ۲۶۴ روغیرہ)

(۲۳) کفر وشرک کی وجہ سے جہنم کے گڑھے کے کنارہ کھڑے تھے کہ کب موت آئے اور جہنم میں چلے جاؤ، پس دولت ایمان دے کر تم کو بچا لیا۔ شفا کے معنی کنارہ کے ہیں ''حفرہ'' کے معنی گڑھے کے ہیں۔ (خازن ۲۶۷، مدارک)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ خدا نے رسول اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تم کو نار سے بچا لیا۔ (روح المعانی ۲۰)

(۲۴) یعنی اے مسلمانوں تمہارے اندر ایسے افراد ہونا ضروری ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں، اس لیے کہ ساری امت کو یہ کام کرنا دشوار ہے۔ ہمارے ضعف بشری کا لحاظ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بعض افراد امت کو اس فریضہ کے ادا کرنے کا حکم دیا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ایسے شرائط ہیں کہ ساری امت میں وہ شرائط نہیں پائے جاتے جو علم وعقل وحکمت میں سب افراد برابر نہیں ہوتے۔ (بیضاوی ۲۵، خازن ۲۶۸)

مسلمان کے ہر ہر فرد پر بھی جب طاقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضروری ہے۔ (ابن کثیر ۳۹۰)

(۲۵) معروف وہ ہے جو کتاب وسنت کے مطابق ہو اور منکر وہ ہے جو کتاب وسنت کے مخالف ہو یا معروف طاعت الٰہی اور منکر تمام معاصی ہیں۔ (مدارک ۲۶۸)

مسئلہ:۔ جو شخص کوئی معصیت کرتا ہے وہ بھی دوسروں کو معصیت سے روک سکتا ہے، اس لیے کہ اس پر دو فرض ہیں ایک ترکِ معصیت، دوسرا روکنا، اگر ایک ترک بھی کیا تو دوسرا واجب ہی رہے گا۔ (بیضاوی ۲۵)

(۲۶) یہ خطاب جہنم والوں سے تو ہوگا ہی لیکن سوال یہ ہے کہ بعض جہنمیوں سے ہوگا یا سب سے؟ ایک قول یہ ہے کہ یہ خطاب منافقین سے ہے اور ایمان سے مراد ایمان ظاہر رکھنا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کلام یہود سے ہوگا کہ حضور کی تشریف آوری سے قبل آپ پر غائبانہ ایمان رکھتے تھے، لیکن بعد میں کافر ہو گئے، یہ عکرمہ وغیرہ کا قول ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام کافر ہیں جب کہ وہ عالم ارواح میں یوم الست میں شہادت توحید دے چکے تھے، اب عالم مشاہدہ میں انکار کر دیا، یہ حضرت ابی بن کعب سے منقول ہے، قول چہارم یہ خطاب مرتد مرتدین سے ہے جو بعد اسلام دین سے پھر گئے، قول دوم کو اس لیے ترجیح دی گئی ہے کہ سیاق وسباق میں اہل کتاب کا ذکر اور انھیں سے خطاب۔ (روح المعانی ۲۵، خازن ۲۶۹، کبیر ۳۳)

(۲۷) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں داخل ہونا محض رحمت الٰہی سے ہوگا، حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رحمت سے مراد جنت ہے۔ (کبیر ۳۳، خازن ۲۷۰)

(۲۸) پہلے ذکر عذاب ہو چکا تھا، لہٰذا اب بتایا جا رہا ہے کہ عذاب کفار کی بداعمالی کا ہی نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا، اس لیے کہ ظلم کسی دوسرے کے ملک میں تصرف کرنے کو کہتے ہیں اور ملک ہر چیز پر اسی کی ہے، نیز ظلم کرنے کی تین وجہیں ہوسکتی ہیں، جہل، عاجزی، حاجت، اللہ تعالیٰ ان تینوں عیوب سے پاک ہے۔ (کبیر ۲۵ ر وغیرہ)

اللہ کسی پر ظلم کرنا نہیں چاہتا اس لیے کہ غیر مجرم کو سزا نہیں دیتا اور نیک کام کرنے والے کو ثواب میں کمی نہیں کرتا۔ (مدارک ۲۷۰)

(۲۹) جب کہ اللہ کی ملک آسمانوں اور زمینوں اور ہر شے پر ہے اور ہر امر اسی طرف رجوع کرتا ہے، تو پھر اس کو ظلم کی کیا ضرورت ہے۔

(۳۰) یعنی تم بہترین جماعت بنائے گئے ہو اس لیے تم بھلائی کا حکم دو اور برائیوں سے روکو اور اللہ کے ایمان پر قائم رہو، اس راستے سے قدم نہ ڈگمگائے۔ "کنتم خیر امۃ" ایسے ہی وارد ہوا ہے، جیسے "کان اللہ غفورا رحیما" آیا ہے، یعنی پہلے ہی خیر امت تھے اور اب بھی خیر امت ہو، یا تم بہترین امت پائے جاتے ہو جب کہ "کان" تامہ ہو، یا تم اللہ کے علم میں بہترین امت تھے، یا تمہاری صفت کتب سابقہ اور امم متقدمہ میں بتائی گئی تھی۔ (بیضاوی ۳۹، خازن ۲۷۰)

مسئلہ:۔ یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ امت کا اجماع حجت ہے۔ (بیضاوی)

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امت کے افراد کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خدمت تفویض کی گئی ہے، جیسے ایک پولیس والے کو قانون کی نگرانی میں سپرد ہوتی ہے۔

(۳۱) یعنی دنیا اور آخرت دونوں میں ایمان اہل کتاب کو فائدہ دیتا، ایمان کے دنیاوی ترقی کے ذرائع کھل جاتے ہیں اور آخرت میں ثواب و جزا نعمت و جنت بھی ملتی۔ (مدارک، خازن)

(۳۲) جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ کا یہودیوں سے اور نجاشی وغیرہ نصاریٰ سے۔ (خازن ۲۷)

(۳۳) یہاں فاسق سے مراد سخت کافر اور سرکش کافر کے ہیں۔ (خازن، مدارک ۲۷۲)

(۳۴) حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی مسلمانوں پر یہود نے ایذا رسانی کی مہم چلائی ہوئی تھی جس کی وجہ سے ان لوگوں کو قتل وغیرہ کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے اطمینان دلایا کہ یہ تم لوگوں پر مسلط نہ ہوں گے، صرف زبان سے تکلیف دیں گے۔

(۳۵) اگر یہ تم سے جنگ کریں گے تو شکست کھا جائیں گے۔ (بیضاوی ۳۷)

(۳۶) یہود کو خیال تھا کہ ہم لوگوں کو مکہ والوں اور دیگر عربی قبائل کی امداد جنگ کے وقت حاصل ہوجائے گی، اس آیت میں قبل وقوع یہ خبر دے دی گئی کہ ان کو کوئی امداد نہ مل سکے گی، اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر واضح دلیلیں موجود ہیں، اس لیے کہ یہ غیب کی خبریں بالکل مطابق واقعہ ہیں، جب مسلمان مدینہ میں شروع شروع آئے تھے تو یہود و کفار کے غلبہ اور طاقت کا زمانہ تھا، ایسے میں یہ باتیں سنانا اور پھر ان باتوں کا واقع ہوجانا حضور کی رسالت و دعوت کی بہترین دلیل ہے، چنانچہ یہود وقینقاع و بنی قریظہ و نضیر و یہود وغیرہ سب نے مسلمانوں سے جنگ کی، لیکن ان سب کو ذلت اور خواری اور شکست کے کیا حاصل ہوا۔ (روح المعانی ۲۹)

(۳۷) بنی اسرائیل کی ذلت و پستی پر حاشیہ پارہ اول

رکوع ۷ رمیں گزرا۔ "ضربت علیهم الذلة" یعنی ان کی اور ان کے مال و دولت اور عزت و آبرو کی بے قدری عالم میں آشکارہ ہے، ان کی تونگری کے جو افسانے مشہور ہیں یہ بھی خواص یہود کے ہیں، عوام پر افلاس اور ذلت کی پھٹکار پڑی ہوئی ہے: "اینما ثقفوا" خواہ بلادِ اسلام میں یا بلادِ کفر میں کہیں بھی ان کو عزت نہیں۔

(۳۸) اس سے مراد دولت ایمان حاصل کرنا ہے، یا ایسی حالت میں ہوتا ہے جن پر شریعت کی طرف سے سختی کی ممانعت ہے، جیسے بچہ یا عورت یا گوشہ نشین عبادت گزار وغیرہ۔

(۳۹) اس سے مراد یہود کی وہ جماعتیں ہیں، جو کسی عہد اور ذمہ کی وجہ سے ذلت سے بچ جائیں (لہٰذا اسرائیل کی حکومت جو اب فلسطین کے علاقہ پر قائم ہوگئی، یہ اس حکم قرآنی کے خلاف نہیں کہ اگر ان کو انگریزوں اور امریکیوں کی امداد حاصل نہ ہوتی تو یہ چند دن بھی باقی نہ رہتے اور اس صورت میں بھی یہ حکومت مستحکم نہیں جلد یا بدیر اس کی تباہی لازمی ہے، صرف مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کی ضرورت ہے)

(۴۰) یہود غضب الٰہی میں گرفتار ہوئے، چنانچہ یہودیوں کی پوری تاریخ اس غضب اور ہلاکت وقتل و غارت گیر کی جیتی جاگتی مثال ہے۔

(۴۱) تونگری تو صرف کچھ ظاہری سی ہے ورنہ ان پر مسکینی اور حقارت ظاہراً اور باطناً مسلط ہے۔

(۴۲) یہ دو مسلسل آیات اللہ کا انکار اور انبیا کا ناحق قتل اور تعدی و سرکشی میں مبتلا رہے اور طاعت و عبودیت کا اظہار کیا، اسی لیے اس کو مذکورہ بالا سزائیں ملتی رہیں اور ملتی رہیں گی۔

شان نزول:۔ جب حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی اسلام لائے تو یہود نے جل کر کہنا شروع کر دیا کہ ہم میں سے جو ایمان لائے وہ بُرے لوگ ہیں۔ (طبری ۳۳)

سارے یہود ناشکری اور حق ناشناسی میں برابر نہیں یعنی ان کی اکثریت کا حال تو پہلے گزر چکا لیکن ان میں سعادت مند ایمان دار طاعت شعار اور عبادت گزار ہیں، بعض اہل استقامت ہیں جو دین حقیقی اسلام پر ثابت قدم ہو گئے۔

(۴۳) یعنی راتوں میں تلاوت قرآن کرتے ہیں اور سجدہ کر دے ہیں "اٰناء الیل" رات کی گھڑیوں سے مراد یا تو تہجد ہے، یا نماز عشا ہے، یہودی مذہب میں یہ نماز نہ تھی اور مسلمان اسے پڑھتے تھے۔

(۴۴) اس آیت میں اس امت مستقیمہ کے چند احوال ہیں، پہلا ایمان اللہ اور یوم آخر پر دوسرا امر بالمعروف، تیسرا نہی عن المنکر، چوتھا نیک کام میں سبقت۔ ایسے فضائل اعمال بیان کرنے کے بعد قرآن مجید ان کے صالح ہونے کا اعلان فرماتا ہے، صالحیت کا یہ معیار اللہ نے قرآن پاک میں رکھا ہے اور ہمیشہ افراد اسی معیار سے جانچے جائیں گے، محض دعویٰ یا کسی خاص جماعت نے شرکت مدارِ صلاح نہیں۔

(۴۵) یہاں سے اس جماعت کے معزز اور مکرم ہونے کا تذکرہ کیا جاتا ہے، کہ ان کے ہر عمل نیک کی ان کو جزا ملے گی اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ساتھ ہی بتا دیا کہ کوئی متقی اور پرہیز گار اس کے علم محیط کے دائرہ سے باہر نہیں نکل سکتا۔

(۴۶) بنی قریظہ اور نضیر مسلمانوں کی مخالفت میں بہت مال خرچ کرتے تھے، جس کا مقصد مسلمانوں پر برتری حاصل کرنا اور فتح حاصل کرنا تھا، اسی طرح مشرکین مکہ کو بھی اپنے مال و دولت اور کثرت تعداد پر فخر تھا اور تمام کفار کا یہ حال ہے، ان سب کی غلطی ظاہر کرنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت

میں بتایا گیا کہ کفار کا مال اوران کی اولاد کو عذاب دنیوی واخروی سے نہیں بچا سکتے۔(خازن ۲۷۴،ابن کثیر ۳۹۷وغیرہ)

(۴۷)ان کفار کو کفر کی وجہ سے لازماً جہنم میں رہنا ہے اور یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے کبھی جدا نہیں ہو سکتے۔(روح المعانی وغیرہ ۳۵)

(۴۸) جو مال ایمان کی دولت سے محرومی کے زمانے میں کفار خرچ کرتے ہیں، یار یا کار لوگ جو چیز محض نام و نمود کے لیے بلا طلب رضائے الٰہی خرچ کرتے ہیں اس کی ایک آسان مثال بیان فرمائی جاتی ہے۔(خازن وغیرہ ۲۷۴)

(۴۹) کفار اور ریا کار لوگوں کا مال اس طرح ضائع ہوجاتا ہے جس طرح کسی کھیت کو پالا مار جائے اور وہ ضائع ہوجائے۔"صر" سخت ٹھنڈک (پالے) کو کہتے ہیں۔(ابن عباس،قتادہ،سعدی)۔(طبری ۳۷)

بعض لوگوں نے "صر" کے معنی بادسموم کے لیے ہیں، پہلا قول اکثر مفسرین کا ہے۔(روح ۳۶)

قرآن پاک کے استعمال میں ریح مفرد کا استعمال اکثر عذاب کے موقع پر ہوتا ہے اور رحمت کے موقع پر ریاح جمع کا استعمال ہوتا ہے۔"یرسل الریاح بشرا"۔ حدیث میں ہے "اللھم اجعلھا ریاحا ولا تجعلھا ریحا"۔(روح المعانی ۳۶)

(۵۰)اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا کہ ان کے مال خرچ کرنے کے خواہ مخواہ ضائع کردیا، بلکہ کفر و معاصی اور بے محل خرچ کرنے کی وجہ سے ان لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

(۵۱) شان نزول:۔چوں کہ اسلام سے قبل مدینہ کے اوس و خزرج اور یہود میں رشتہ داریاں اور دوستی اور معاہدہ اور پڑوس تھا، اس لیے مسلمان ہونے کے بعد بھی بعض مسلمانوں نے ان سے تعلقات مودت و محبت قائم رکھے اور بہت سے قوی راز دوستی کی وجہ سے یہود سے بیان کردیتے، جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا، اسی طرح لعین منافقوں کو مسلمان جان کر ان سے دوستی اور رازداری کی باتیں بلا روک ٹوک بیان کردیتے، جس سے فساد کا اندیشہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تنبیہ فرمادی اور دوستی اور رازداری سے منع فرمادیا۔(خازن ۲۷۲،طبری ۳۸،۳۷وغیرہ)

اے مسلمانوں اپنے غیروں سے دوستی اور محبت کے تعلقات قائم کرکے ان کو اپنے قوی اور دینی رازداروں سے آگاہ نہ کرو وہ تمہارے درمیان فساد پھیلانے میں کوئی قصر اٹھا نہیں رکھتے۔ "بطانۃ" اصل میں کپڑے کے استر کو کہتے ہیں،مجازاً بمعنی رازدار اور خاص دوست کے ہے،"یالون" الو سے ماخوذ ہے، جس کے معنی کمی کرنے کے ہیں "خبالا" اور "خبل" کے معنی فساد کے ہیں، بے عقلی کے معنی بھی مروی ہیں۔(خازن ۲۷۵،روح المعانی ۳۷)

(۵۲) یہود اور منافقین سے دوستی اور رازداری کی ممانعت کے تین اسباب بیان فرماتے ہیں،(۱) یہ تمہاری ایذا اور ضرر سے خوش ہوتے ہیں (۲) بغض و کینہ کی باتیں ان کی زبان سے ظاہر ہوتی رہتی ہیں (۳) ان کے دل میں تمہارے خلاف بہت بڑی عداوت پوشیدہ ہے، لہٰذا ان سے دوستی کیسے درست ہوسکتی ہے۔

(۵۳) یعنی کفار سے عداوت ترک موالات اور مومنین سے محبت کرنے کی نشانیاں ہم نے بیان کردیں۔(خازن ۲۷۵،مدارک)

(۵۴) اے مسلمانو! تم ان سے دوستی اور محبت رکھتے ہو لیکن یہود اور منافقین تم سے محبت نہیں رکھتے، تم ان کی اور اپنی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو لیکن وہ تمہاری کتاب پر ایمان نہیں رکھتے، یہ مسلمانوں کی سادہ لوحی اور نیک نیتی کا بیان ہے اور دوسری طرف یہود وغیرہ کی بدنیتی اور سوء طبعی کا اظہار ہے،

کتاب سے مراد جنس کتاب ہے جو تمام کتابوں پر مشتمل ہیں، اس آیت سے مراد دوستی کی ممانعت اور اس کی غلطی کا اظہار ہے۔(خازن ۲۷۵، مدارک وغیرہ)

(۵۵) یہ یہود کے منافقوں کا بیان ہے کہ جب ملتے ہیں تو اظہار ایمان کرتے ہیں۔

(۵۶) اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو ان کو اتنا دکھ ہوتا ہے کہ اپنی انگلیاں چبا جانے کو جی چاہتا ہے، شدید غصہ کے لیے انگلیاں چبانا عربی زبان کا محاورہ ہے۔(خازن ۲۷۵ وغیرہ)

جس طرح بوٹیاں چبانا دانت پیسنا اردو کا محاورہ ہے۔

(۵۷) تم ناکامی اور نامرادی سے مرجاؤ اس لیے کہ دین اسلام کا بول بالا ہوگا اور اسے ترقی ہی حاصل ہوگی اور تمہاری آرزو پوری نہ ہوگی۔(خازن وغیرہ)

(۵۸) اگر مسلمانوں کو فتح ونصرت یا کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو ان کو دکھ پہنچتا ہے اور اگر مسلمانوں کو تکلیف پہنچے تو یہ خوش ہوتے ہیں، پھر یہ تمہارے دوست کیسے ہوسکتے ہیں۔

(۵۹) دشمن سے محفوظ رہتے اور اپنے دینی اور دنیاوی کاموں میں ترقی کا گر مسلمانوں کو سکھایا جاتا ہے اور وہ دو لفظوں میں پوشیدہ ہے صبر اور تقویٰ۔(مدارک ۲۷۵، روح المعانی ۴۱)

اس آیت میں اشارہ ہے کہ جنگ احد میں جو مصائب پیش آئے وہ بھی ان دو صفات کے فقدان کی وجہ سے پیش آئے۔(کبیر ۶۰)

اس واقعہ کو آپ یاد کریں جب صبح کو آپ حضرت عائشہ کے حجرہ میں سے تشریف لے چلے۔(بیضاوی ۴۰، خازن وغیرہ)

اس لفظ میں حضرت عائشہ کی بڑی منقبت ہے، اس لیے کہ ان کا اہل بیت ہونا بعض آیت سے ثابت ہوتا ہے۔(خازن ۲۷۷)

اس آیت اور اس کے مابعد میں واقعہ جنگ احد یاد دلایا جارہا ہے۔ مختصر قصہ یہ ہے کہ ۱۷ رمضان ۲ھ میں جب مکہ کے کفار کو مسلمانوں کے سامنے ذلت آمیز شکست ہوئی جس میں ان کے ستر سردار مارے گئے اور ۷۰ گرفتار ہوئے، اس کا انتقام لینے کے لیے کفار نے ایک عظیم لشکر مرتب کیا، جس کی تعداد تین ہزار تھی اور اس میں دوسو گھوڑ سوار اور ۷۰۰ زرہ بکتر پہنے ہوئے افراد تھے۔ یہ ساز وسامان ساتھ لے کر کے بدر کا بدلہ لینے کے لیے مدینہ کی طرف چل پڑے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے مدینہ ہی میں بیٹھ کر مقابلہ کرنا پسند فرماتے تھے، جب اس لشکر کے مدینہ منورہ کے قریب آنے کی اطلاع آپ کو ملی تو آپ نے صحابۂ کرام سے مشورہ طلب کیا اور اس مشورہ میں عبداللہ بن ابی کو بھی شریک کیا، جسے پہلے کبھی مشوروں میں نہیں بلایا جاتا تھا، حضور کی رائے مبارک کی مہاجرین اور اکابر انصار نے تائید کی اور ابن ابی نے بھی یہی رائے دی لیکن نوجوان اور شہادت کے مشتاقوں نے حضور پر زور دیا کہ مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کی جائے، کیوں کہ اکثریت اسی فریق کی تھی، لہٰذا حضور نے ان کی رائے کو قبول فرمایا اور مکان میں تشریف لے گئے، حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے آپ کو ہتھیار پہنائے، حضور جب ہتھیار زیب تن فرما کر تشریف لائے تو اب حضور کو اس حالت میں دیکھ کر نوجوانوں کو ندامت ہوئی اور عرض کی کہ ہم نے باہر نکلنے پر مجبور کرکے غلطی کی، ہماری اس غلطی کو معاف فرمایا جائے اور مدینہ میں بیٹھ کر ہی جنگ کی جائے، حضور نے فرمایا کہ نبی کے لیے یہ سزاوار نہیں کہ ہتھیار پہن کر فیصلہ جنگ سے پہلے اتار دے، مشرکین مکہ حوالی مدینہ میں یوم چہار شنبہ کو پہنچ چکے تھے، احد کا پہاڑ مدینہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ سے ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے

مدینہ سے ایک درمیانی راستہ سے ہوکر پہاڑ کے دامن میں شنبہ کے دن پندرہ شوال ۳ھ ہجری کو پہنچ گئے، وہاں تشریف لاکر میمنہ اور میسرہ اور قلب کو مقرر کیا، عبداللہ بن زبیر کو پچاس تیرانداز دیے کہ ایک دو پر مامور فرمادیا یہاں سے پشت پر سے حملہ کا خطرہ تھا اور ان لوگوں کو حکم فرمایا کہ خواہ فتح ہو یا شکست اس جگہ کو نہ چھوڑنا اگر تم دیکھو کہ ہم کو پرندے اچک کرلے جاتے ہوں تب بھی بغیر میرے حکم کے وہاں سے نہ ہٹنا۔ عبداللہ بن ابی منافق نے جب دیکھا کہ حضور جنگ پر مصر ہیں تو راستہ میں مقام شوط سے واپس چلا گیا اور اپنے ہمراہ تین سو آدمیوں کو اور واپس لوٹا لے گیا، اس کی وجہ سے بنی حارثہ اور بنی سلمہ نے بھی واپس جانے کا ارادہ کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدم رکھا اور وہ جہاد میں شریک ہوئے، جب جنگ شروع ہوئی تو کفار کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ مارا گیا اور پے در پے ان کے چند علمبردار قتل ہوئے اور علم زمین پر آرہا، مہاجرین وانصار کے حملہ سے کفار بھاگ نکلے، مسلمانوں نے مالِ غنیمت جمع کرنا شروع کردیا، حضرت عبداللہ بن جبیر کے ساتھی بھی درہ چھوڑ کر اپنی غنیمت کی طمع میں دوڑ پڑے اور اپنے امین اور رسول خدا کے احکام کی نافرمانی کی، جس کی وجہ سے درہ خالی ہوگیا۔ خالد بن ولید کئی مرتبہ اس درہ پر حملہ کرچکے تھے اور ہر بار ناکام لوٹے تھے، آخری بار بھاگتے ہوئے نظر پڑی تو وہ درہ خالی سا نظر آیا، دوسو سواروں کا دستہ اس درے کی طرف دوڑ پڑا، صرف دس بارہ مجاہدین تھے، وہ ان سواروں کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور سب کے سب شہید ہوگئے اب کفار کی بھاگنے والی فوج بھی پلٹ آئی اور اس طرح مسلمان دونوں طرف سے گھر گئے، اسی درمیان میں یہ آواز سنائی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے، اکثر صحابہ کی کمر ہمت ٹوٹ گئی، بہت سے مدینہ کی طرف مڑ گئے اور بہت سے وہیں ہتھیار پھینک کر بیٹھ گئے، حضور کے قریب گیارہ اصحاب کرام ابوبکر وعمر وعلی وغیرہم رضی اللہ عنہم جمع ہوکر مقابلہ کرنے لگے اور آپ احد کی پہاڑی پر چڑھ گئے، حالاں کہ بظاہر صاف معلوم ہوتا تھا کہ مسلمانوں کا استیصال ہوجائے گا، لیکن قدرت الٰہی نے ابو سفیان اور ان کے لشکر کا منہ موڑ دیا اور وہ مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ (سیرت ابن ہشام حلبی، طبری، خازن، مدارک وغیرہ)

(۶۰) اس آیت میں بنوسلمہ اور بنوحارثہ کے واقعات کی طرف اشارہ ہے، جب ابن ابی کے فرار کے بعد ان کے قدم بھی ڈگمگا گئے تھے، حضرت جابر فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس آیت میں ہماری کمزوری کی طرف اشارہ ہے، لیکن اس کا نازل ہونا ہم کو پسند ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی ولایت میں لینے کا اعلان فرمایا ہے، جو ایک شرف عظیم ہے۔ (خازن ۲۷۷)

عصمت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صرف ہمّ تھا عزم نہ تھا "واللہ ولیھما" نے اس بات کو صاف کردیا نشل کے معنی بزدلی اور جبن کے ہیں۔ (روح ۴۳)

(۶۱) بدر کے میدان میں جمعہ کے دن ۱۷ر رمضان ۲ھ کو مسلمان اگرچہ قلیل تعداد میں تھے اور سامان کی بھی کمی تھی، فتح عطا فرمائی گئی۔ (تفصیل سورۂ انفال میں آئے گی)

ذلت کے دو معنی ہیں ایک مقابل عزت اور دوسرا مقابلت طاقت وقوت، یہاں ذلت سے مراد سامان اور طاقت کا کم ہونا ہے اور ہوسکتا ہے کہ مقابل عزت مراد ہو، یعنی کافروں کی نظر میں تم ذلیل تھے اگرچہ عنداللہ تم عزت والے ہی تھے۔

(۶۲) بدر میں فتح کا سبب تقویٰ تھا، لہٰذا یہ شکرگزاری کا طریقہ ہمیشہ جاری رہنا چاہیے۔

□□□

ضیائے حدیث

(از: حضور محدث کبیر مدظلہ العالی)

پیشکش: مولانا محمد احمد برکاتی

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایمان کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، لہٰذا ثابت ہو گیا کہ جب پانچ چیزوں پر ہے تو شہادت بھی داخل ہوگی، حج، زکوٰۃ بھی داخل۔ اس لیے کہتے ہیں "وھو قول و فعل" قول میں دونوں قول داخل ہے قول قلبی اور قول لسانی اور فعل، اس لیے یہ کم اور زائد دونوں ہوتا ہے چنانچہ زیادہ اور نقصان پر یہ آیتیں دلیل ہیں:

(۱) "لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم" کہ ہم نے یہ قرآن اتارا تاکہ اپنے ایمان کے ساتھ ساتھ اپنے ایمان میں اور بڑھ جائیں، مطلب یہ کہ قوت بڑھ جائے، نہ یہ کہ ایمان اتنا تھا اب اتنا ہو گیا، یہاں پر زیادت سے کمیت مراد نہیں ہے بلکہ کیفیت مراد ہے، کمیت تو مقدار ہوتی ہے اور کیفیت قوت و ضعف۔

(۲) "وزدناھم ھدی" ہم نے ان لوگوں کو ہدایت میں زائد کر دیا یعنی ان کی ہدایت ہم نے بڑھا دی۔

ان سب کے بعد یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام بخاری کے نزدیک بھی اسلام، ایمان، ہدایت، تقویٰ یہ سب ایک معنی میں ہیں حالانکہ متکلمین کہتے ہیں کہ ان کے معنی مختلف ہیں کہ ایمان تصدیق قلبی ہے اور اسلام ظاہری طور پر انسان کا مسلمان سمجھا جانا تو چونکہ اسلام بغیر ایمان کے اور ایمان بغیر اسلام کے یعنی تصدیق کے بغیر کوئی ظاہر معتبر نہیں اور کوئی ظاہر اگر تصدیق کے مطابق نہ ہو تو معتبر نہیں، ویسے ہی کوئی تصدیق ظاہر کے مطابق نہ ہو تو معتبر نہیں۔ اسی لیے عقائد نسفی میں بیان کیا "الایمان والاسلام واحد بمعنی ان کل مومن مسلم وکل مسلم مومن" مطلب یہ کہ ایمان اور اسلام دونوں کا مصداق ایک ہے، اس لیے جو مقر ہوگا وہ مصدق ہوگا اور جو مصدق ہوگا وہ مقر ہوگا تو دونوں کا مصداق ایک ہے مگر معنی دونوں کے مختلف ہیں، ایمان و اسلام میں تساوی کی نسبت ہے معنی مرادف نہیں ہے۔

(۳) "ویزید اللہ الذین اھتدوا ھدی" ہدایت والوں کو اللہ ہدایت میں بڑھا دیتا ہے، یہ بڑھنا کیفیت نہیں بلکہ کمیت ہے۔ اس سے امام شافعی نے ایمان کے گھٹنے اور بڑھنے پر استدلال کیا اور ہم لوگ اس سے کیفیت مانتے ہیں اسی لیے امام

غزالی اگر چہ محدثین کے طرفدار ہیں مگر اس معاملہ میں کہتے ہیں کہ یہ سب آیتیں زیادت کے معنی میں نہیں ہیں بلکہ قوت کے معنی میں ہیں۔

(۴)"والذین اھتدوا زادھم ھدی واٰتھم تقوٰھم "وہ لوگ جو ہدایت پر تھے اللہ نے ان کو ہدایت میں بڑھادیا اور اللہ نے ان کوان کا تقوی عطا کیا۔

(۵)"ویزداد الذین أمنوا ایمانا "ایمان والے ایمان میں بڑھ گئے یعنی ایمان والوں کا ایمان اور قوی اور ٹھوس ہوگیا۔

(۶)اور اللہ عزوجل نے فرمایا"ایکم زادته هذه ایمانا "اس واقعہ نے تم میں سے کس کے ایمان کو زائد کیا"فاما الذین أمنو فزادتهم ایمانا "جو لوگ ایمان والے تھے ان کا ایمان بڑھ گیا یعنی جب یہ خبر ملی کہ مشرکین نے تمہارے مقابلہ کے لیے بہت بڑا لشکر جمع کر لیا ہے تو اس واقعہ سے مسلمان کی ہمت ایمان اور غیرت ایمانی اور بیدار ہوگئی۔

(۷)"وقوله فاخشوهم " اس جاسوس نے کہا کہ مشرکین سے ڈرو"فزادهم ایمانا"تو مسلمانوں کو اس کی اس بات نے ایمان میں بڑھادیا۔ بالکل ظاہر ہے کہ زیادت ایمان سے مراد قوتِ ایمان میں اضافہ ہے۔

(۸)"وما زادهم الا ایمانا وتسلیما"ہم جتنی آیتیں اتاریں تو ان آیتوں نے نہیں زیادہ کیا مگر ان کے ایمان اور ان کے تسلیم کو، یعنی قبول کرنے کی قوت اور زیادہ بڑھ گئی، لہٰذا ان آیتوں سے وہ معنی جو امام بخاری لے رہے ہیں وہ ثابت نہیں ہو تا کہ ایمان زائد اور کم ہوتا ہے۔

اب حدیثیں، آثار صحابہ اور آثار تابعین ذکر کرتے ہیں۔

"الحب فی الله والبغض فی الله من الایمان" کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے لیے کسی سے محبت کرنا اور اللہ کے لیے کسی سے بغض کرنا نفرت رکھنا یہ بھی ایمان میں سے ہے، محبت اور بغض یہ افعال قلوب میں سے ہیں تو اس لیے یہاں "من الایمان" سے کیا مطلب ہے؟ یا تو ایمان کی وجہ سے پیدا ہوئے یا یہ معنی کہ ایمان کامل کا جز ہے تو یہاں ایمان سے ایمان کامل مراد لیا۔

"وکتب عمر بن عبدالعزیز الی عدی بن عدی ان للایمان فرائض وشرائع وحدودا وسننا فمن استکملها استکمل الایمان ومن لم یستکملها لم یستکمل الایمان"۔

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے عدی بن عدی کے پاس لکھا کہ ایمان کے کچھ فرائض، شرائع اور حدود اور سنن بھی ہیں "فمن استکملها" تو جس نے ان سب کو جمع کر کے کامل بنایا تو اس کا ایمان کامل ہے، اس کا مطلب یہ کہ جس نے جمع نہیں کیا تو اس کا ایمان کامل نہیں ہے، اس لیے اس سے ہمارے دعوے پر دلیل ہوئی نہ کہ ان کے۔ بحث ہمارے ان کے درمیان یہ ہے کہ نفس ایمان میں اعمال داخل ہیں کہ نہیں فرائض وحدود داخل ہیں کہ نہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ نہیں مگر یہ کہ کمال ایمان میں تو ہم بھی مانتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے تو یہی فرمایا کہ جو ان سب کو جمع کر لے اس کا ایمان کامل ہوگیا، کامل ہونا ایک الگ صفت ہے اور نفس ایمان پایا گیا کہ نہیں پایا گیا؟ جب اس نے ضروریات دین کی تصدیق

کردی عمل کچھ بھی نہ کرے تب بھی تو مومن ہے۔ اصل میں متکلمین کی تحقیق اس بات پر مرکوز ہے کہ واقعہ میں کیا چیز ہے وہ حقیقت بتائی جائے اور محدثین کی نظر اس بات پر ہے کہ جو لوگوں پر برا اثر نہ پڑے کہ یہ نہ سوچ لیں کہ بس! کلمہ پڑھ لیا مومن ہو گئے، ضروریات دین مان لیا مومن ہو گئے، نماز پڑھیں کہ نہ پڑھیں۔ اس لیے محدثین کہتے ہے کہ جب تک سب جمع نہیں ہوں گے مومن نہیں ہوں گے اور اس معنی میں بھی حدیثوں میں آیا ہے "**لایسرق السارق حین یسرق وھو مومن**" ایمان کی حالت میں چور چوری نہیں کرتا، چوری کے وقت ایمان کی نفی ہو رہی ہے، تو یہ ایمان کامل کی نفی ہے، یہ اس لیے فرمایا گیا تاکہ آدمی ڈرے۔

"**ومن لم یستکملھا لم یستکمل الایمان**" تو جس نے ان سب کو جمع نہیں کیا تو ایمان اس کا مکمل نہیں ہوا "**فان اعش**" انھوں نے خط میں لکھا کہ اگر میں زندہ رہا تو میں ان سب کا بیان کروں گا تاکہ تم ان پر عمل کرو یعنی فرائض وحدود سب کی تفصیلات بیان کروں گا اور اگر میں زندہ نہ رہا تو تمہاری دوستی کی لالچ نہیں ہے کہ میں بیان نہیں کر پایا۔

"**وقال ابراھیم علیہ السلام**" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "**ولکن لیطمئن قلبی**" کہ اے اللہ! مجھے دکھا دے کہ تو کیسے مردوں کو زندہ کرتا ہے تو اللہ نے فرمایا "**اولم تومن**" کیا تم مومن نہیں ہو انھوں نے کہا "**بلٰی**" میں مومن ہوں ایمان رکھتا ہوں کہ تو مردوں کو زندہ کرے گا "**ولکن لیطمئن قلبی**" لیکن میں اس لیے دیکھنا چاہتا ہوں کہ دل میں طمانیت آجائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایمان کم اور زائد ہوتا ہے، ہم نے کہا کہ ایمان کم اور زائد ہوتا ہے یا تصدیق کی قوت بڑھتی ہے۔ دل میں اب کوئی وسوسے کی بھی گنجائش نہیں ہے یہ طمانیت کا معنی ہوا۔ یہاں کوئی عمل نہیں ہوا بلکہ یہ قوت کا بڑھنا ہوا، یہ بھی کمال ایمان ہی کا جز ہے۔

"**وقال معاذ**" معاذ بن جبل نے اسود بن ہلال محاربی سے فرمایا "**اجلس بنا نومن ساعۃ**" ہمارے ساتھ کچھ دیر بیٹھو ہم لوگ اپنا ایمان تازہ کریں، ایمان لائیں، یعنی تھوڑی دیر ایمان تازہ کریں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان کی باتیں کرنے میں ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے تو عمل داخل ہو گیا، ہم یہ کہتے ہیں کہ اس سے تازگی مراد ہوئی جو کمال ایمان ہے نہ کہ نفس ایمان۔

"**وقال ابن مسعود**" عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا "**الیقین الایمان کلہ**" یقین پورا کا پورا ایمان ہے، جب پورا ایمان ہے تو عمل اس میں کہاں سے آیا، یہ تو امام بخاری نے اپنے خلاف ایک دلیل جمع کر دی۔

"**وقال ابن عمر**" ابن عمر نے فرمایا آدمی تقویٰ کی حقیقت کو پہنچ نہیں سکتا یہاں تک کہ ان کاموں کو چھوڑ دے جس میں سینے میں دغدغہ ہو رہا ہے کہ یہ کام کروں کہ نہ کروں، یہ سامان کھاؤں کہ نہ کھاؤں، شبہ ہو رہا ہے کہ حلال ہے کہ حرام ہے تو اس کو چھوڑ دو دوسرا لو۔ ہم کہتے ہیں حقیقت دو معنوں میں استعمال ہے ایک تو ماہیت شیٔ اور ایک حقیقت کا معنی لیتے ہیں "کمال" جیسے کہتے ہیں حقیقت میں شاعر تو فلاں ہی ہے۔

کہتے ہیں تقویٰ کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا، اولاً تو تقویٰ کے

معنی میں اعمال داخل ہیں اور دوسرے یہ کہ اگر تقوی سے ایمان ہی مراد لیں تو اس کی حقیقت میں یہاں پر شبہ ہے کہ حقیقت سے مراد اس کی ماہیت ہے یا حقیقت سے مراد کمال ہے۔

"وقال مجاهد شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا" اللہ نے تمہارے لیے دین وہی شروع کیا جس کی وصیت نوح علیہ السلام کو کی تھی، تو اس کا معنی حضرت مجاہد نے بتایا "اوصيناك يا محمد واياه دينا واحدا" آپ کو اور ان کو اے پیارے محبوب! ہم نے ایک ہی دین کی تعلیم دی کہ اللہ کو مانو اور جن چیزوں کو ماننے کا وہ حکم دے ان چیزوں کو بھی مانو تو اس لیے رسول بھی مانو قیامت بھی مانو جن بھی مانو ملائک بھی مانو جنت بھی مانو دوزخ بھی مانو اور اسی طرح احیاءِ موتی بھی مانو، ان سب میں تمام انبیا کا دین ایک تھا تو جو اللہ نے احکام قطعی ضروریات دین کے طور پر اتارے ہیں، ان سب کا ماننا ایمان کے لیے ضروری، اس میں کسی نبی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، سارے نبیوں کی یہی تعلیم تھی تو ایک دین ہوا۔

"قال ابن عباس" ابن عباس نے فرمایا "شرعة ومنهاجا" کہ ہم نے تمہیں شریعت کا حکم دیا اور منہاج کا بھی۔ ابن عباس تفسیر کی لف ونشر غیر مرتب کے طور پر منہاجا کا مطلب یعنی اس کی تفسیر سبیلا اور شرعۃ کا معنی سنۃً کہ ہم نے تمہارے لیے راستے اور طریقے مقرر کر دیئے۔

اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ یہ سب ایمان کا جز ہیں، یہ ثابت ہوا کہ یہ ایمان کے مکملات ہیں۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا "قل مايعبأ بكم ربى لولا دعائكم" ابن عباس نے تفسیر کی کہ "دعاكم" کا معنی "ايمانكم" گر تمہاری دعا نہ ہوتو تمہارا رب تمہاری پرواہ نہ کرے گا، اور دعا کا معنی ایمان، تو اب معلوم یہ ہوا کہ ایمان میں دعا بھی داخل ہے اور دعا عمل ہے، یہ امام بخاری کہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ دعا اس دعا کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ایمان ہے جیسے "زيد اسد" کہہ دینے سے یہ کب لازم آیا کے زید کے پاس دو پاؤں کے بجائے چار پاؤں ہے اور وہ چیرتا پھاڑتا بھی ہے تو اس آیت سے یہ کب ثابت ہوا کہ دعا بھی ایمان میں داخل ہے اگر چہ وہ ایمان کامل میں داخل ہو مگر اس آیت سے تو ثابت نہیں ہوتا جس کو آپ نے دلیل کے طور پر رکھا۔

امام بخاری نے فرمایا کہ ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے اور وہ قول وفعل ہے، اس کے اعتبار سے انھوں نے یہ باب قائم کیا تھا "بنى الاسلام على خمس" اس اعتبار سے انھوں نے یہ بات کہی مگر یہاں پر تاویلیں ہیں۔

(۷) **حدثنا عبيد الله بن موسى قال اخبرنا حنظلة ابن ابى سفيان عن عكرمة بن خالد عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بنى الاسلام على خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله واقام الصلوة وايتاء الزكوة والحج وصوم رمضان۔**

ترجمہ:۔عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اسلام کی عمارت پانچ چیزوں پر استوار ہے اس امر کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اقامت صلوٰۃ، زکوٰۃ کی ادائیگی، حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

تشریح:- عبد اللہ بن موسی نے کہا ہمیں خبر دی حنظلہ بن ابی سفیان نے عکرمہ بن خالد سے روایت کر کے وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کی بنا پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے ''لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی شہادت دینا اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ کا ادا کرنا اور حج اور رمضان کے مہینہ کا روزہ، حج سے مراد یہاں پر یہ ہے کہ حج کی فرضیت اسی پر ہے جو استطاعت سبیل رکھتا ہو جیسا کہ دوسری حدیث میں مذکور ہے اور قرآن مجید میں بھی فرمایا ''للہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا'' اور ایتاء زکاۃ کی فرضیت صاحب نصاب پر ہے نہ کہ ہر فرد پر، اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر رکھنے کا معنی یہ ہے کہ احکام اسلام کی بنائیں پانچ چیز پر ہیں اور جتنے احکام اسلام ہیں انہیں کی فرع ہیں۔ اصل میں آدمی کے ظاہری افعال یا تو زبان سے ہوتے ہیں یا قوت بدنی سے یا قوت مالی سے یا یہ کہ مالی اور بدنی سے مرکب اور یا صرف ترکی ہوتا ہے، ترک کر دینا تو ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی دینا یہ زبان کے افعال میں ہے تو زبان کے جتنے افعال ہیں سب اسی پر مبنی ہیں چاہے وہ تلاوت قرآن ہو، ذکر الٰہی ہو یا جو بھی زبان سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو، یہ تمام افعال شہادت کے فرع ہیں اور بنیاد یہ ہے کہ آدمی کم سے کم زندگی میں ایک بار کلمہ کی شہادت دے۔

''واقام الصلوۃ'' نماز کا قائم کرنا یہ قوت بدنی سے متعلق ہے لہٰذا بدن سے جو کام کیے جاتے ہیں وہ سب اقامت صلاۃ کی فرع ہیں اور ایتاء زکاۃ یہ مالی طاعت ہے، اس لیے یہ مال کا دینا زکاۃ کی نیت سے یہ مالیات میں اصل ہیں، اس کے علاوہ جو خیرات، اطعام طعام، مساکین کی خبر گیری جو کچھ بھی صدقات نافلہ وغیرہ ہو یہ سب ایتاء زکاۃ کی فرع ہیں اور مال و بدن سے مرکب حج ہے کہ اس میں طواف اور سعی وغیرہ کرنا ہوتا ہے اور وہاں آنے جانے کا خرچ بھی مال سے ہوتا ہے تو حج مرکب ہے اس لیے جتنے اعمال مرکبہ ہیں وہ حج کی فرع ہیں لہٰذا جہاد کرنا جس میں قوت بدنی بھی لگتی ہے مال بھی خرچ ہوتا ہے اس کے علاوہ بھی کچھ اعمال ہیں جن میں مال بھی خرچ ہوتا اور اپنی محنت بھی لگتی ہے۔

اور ترکی افعال میں صوم رمضان ہے کہ روزہ رکھنے میں کوئی عمل تو نہیں ہے بلکہ چند چیزوں کو نیت عبادت سے ترک کر دیا یہ روزہ کہلاتا ہے تو اس کا فعل ترکی یہی فعل ہے لہٰذا تمام تروک میں روزۂ رمضان یہی اصل الاصول ہے، روزہ اصل ہے اور سب فرع ہیں، جیسے گناہ کے اسباب جمع ہو گئے اس کے بعد آدمی ترک کرے تو یہ صوم رمضان کی فرع ہوتی ہے، ورنہ محرمات محرمات ہیں آدمی ان کو استعمال نہیں کر رہا ہے مگر ترک کا معاملہ اس وقت آتا ہے جب کہ اسباب مہیا ہو جائیں جیسے شراب خرید بھی لی اور پینے کا انتظام بھی کر لیا اب صرف پینا ہی باقی ہے اس کے بعد اس نے اس کو ترک کیا تو یہ ترک ایک فعل ہوا اور محرمات سے جو اجتناب ہے، یہ اجتناب الگ چیز ہے اس کی طرف رغبت نہ ہونا ہی اس کے لیے کافی ہے۔

اب اس کے بعد پانچ چیزیں ہیں اور ان میں اعتراض

یہ پڑتا ہے کہ شہادت کے اوپر باقی چار موقوف ہیں جب تک شہادت نہ دے گا تب تک نہ اقامۃ الصلاۃ ہے نہ ایتاء الزکاۃ ہے نہ حج ہے نہ صوم رمضان ہے تو یہ بنا کیسی ہوئی کہ اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر، یہ کہا جاتا کہ اسلام کی بنا ان چار چیزوں پر اوران چار کی بنا شہادتین پر، تب ہوتا۔ تو یہ بات نہیں دراصل یہاں پر یہ پانچوں چیزیں ہیں اوراس میں استعارہ تخعیلیہ سے کام لیا گیا جس طرح ایک خیمہ ہوتا کہ ہے کہ خیمہ کی بناء چار تناب اور ایک چوب پر ہوتی ہے کہ بیچ میں ایک چوب کھڑی کی جائے اور چار تنابیں اس پر کھینچی جائیں تو یہ چار تنابیں اسی چوب پر قائم ہیں اور اگر وہ چوب نہ رہے تو سب کی سب تنابیں زمین بوس ہو جائیں اور وہ چوب بھی صرف رہے تو خیمہ سب سمٹ جائے گا خیمہ ہی نہیں رہے گا تو اسلام کو گویا کہ ایک خیمہ سے استعارہ تخعیلیہ کے طور پر تشبیہ دی گئی، اب اس میں شہادتین چوب کے مثل ہیں اور چار افعال اس کی تناب کے درجہ میں ہیں اور یہ چاروں، شہادتین پر قائم ہیں۔

اب اس کے بعد باب قائم کیا ''امور ایمان'' کا کہ ایمان کے امور کتنے ہیں؟ اس کے بہت سارے امور ہیں ان کی گنتی نہیں کی جاسکتی، اللہ نے بھی اس کو شمار کیا جیسے فرمایا:

''لیس البر ان تو لوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب''۔

مشرق اورمغرب رخ کر لینے میں برّ نہیں ہے، برّ تو یہ ہے کہ اللہ کا حکم مان کر کوئی کام کیا جائے۔

''ولکن البر من أمن باللہ والیوم الأخر واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتٰمی والمسٰکین''۔ الآیۃ۔

اس طرح پر کتنی چیزیں اللہ تعالیٰ نے اس میں شمار کردی کہ اصل نیکی ایمان باللہ ہے اور باقی اس کی فرع ہیں۔ اورفرمایا:

''قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون والذین ھم عن اللغو معرضون والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون والذین ھم لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم اوماملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین''۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے کتنی چیزوں کو'' الذین'' سے بیان فرمایا تو معلوم ہوا کہ نماز زکاۃ اوراپنی شرم کی جگہوں کی گناہوں سے حفاظت کرنا، یہ سب ایمان کے تقاضوں میں داخل ہیں اور وہ صفتیں جو ''الذین'' سے ہیں بطور تعریف حقیقی نہیں ہیں بلکہ اس کے خواص کے طور پر ہیں۔ اب یہاں پر امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ ایمان کے کثیر امور کا بیان کیا جائے اور یہ ایک اجمالی باب قائم کیا کہ ایمان کے بہت سے امور ہیں۔

(۳)باب امور الایمان وقول اللہ عزوجل لیس البران تو لوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللّٰہ الی قولہ المتقون قد افلح المؤمنون''۔ الآیۃ۔

ترجمہ:۔ امور ایمان، ارشاد خداوندی کہ نیکی محض یہ نہیں کہ تم اپنے رخ مشرق اورمغرب کی طرف پھیرو بلکہ حقیقی نیکی یہ ہے کہ جو اللہ پر ایمان لائے المتقون تک (اور) بالیقین ایمان والے فلاح یاب ہوں گے۔

□□□

ضیائے فقہ وفتاویٰ

دارالافتاء جامعہ امجدیہ رضویہ

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے یہاں ایک قدیمی قبرستان ہے، جس میں مردے دفن ہوتے آرہے ہیں، قبرستان کے قریب نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کوئی خالی جگہ نہیں تھی تو گاؤں کے چند حضرات نے آپس میں مشورہ کر کے قبرستان ہی کے اندر ایک گوشے میں مٹی ڈلوا کر اونچی جگہ بنا کر نماز جنازہ کے لیے منتخب کرلیا ہے اور قبرستان کے دوسرے گوشے میں باتھ روم اور نالی وغیرہ بنا دیا ہے، قبرستان کا گیٹ کھلا رہتا ہے، اس پر کوئی تالا وغیرہ نہیں لگتا اور قبرستان مین مارکیٹ میں واقع ہے، جس کی وجہ سے دوکان والے مسلم وغیر مسلم سبھی قبرستان میں جا کر استنجا وغیرہ کرتے ہیں۔

صورتِ مذکورہ میں دریافت کرنا یہ ہے کہ قدیمی قبرستان ہے شاید اس جگہ پر کسی مسلمان کی تدفین ہوئی ہو جہاں جنازہ کے لیے جگہ منتخب کیا ہے یا جہاں باتھ روم وغیرہ بنایا گیا ہے تو کیا از روئے شرع نماز جنازہ کے لیے قبرستان کے اندر جگہ منتخب کرنا اور اس میں باتھ روم بنانا جائز ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

فقط والسلام

المستفتی: حاجی قاضی محمد صابر حسین

بیاور کلاں ضلع کوٹہ (راجستھان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب:۔ وقفی قبرستان جو مسلمانوں کے مردوں کی تدفین کے لیے خاص ہو، اسے لوگوں کا اپنے مصرف میں لانا ابطال غرض واقف اور مقصد وقف کے خلاف ہے، اس میں تغییر ہرگز جائز نہیں۔ عالمگیری میں ہے:

ولا یجوز تغییر الوقف عن هیئته۔ (ج۲ ص ۴۴۱)

درمختار میں ہے:

شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به۔ (ج۶ ص ۶۴۹)

فتاویٰ رضویہ میں حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ’’قبرستان وقف میں کوئی تصرف خلاف وقف جائز نہیں، مدرسہ ہو خواہ مسجد یا کچھ اور‘‘۔ (ج۶ ص ۳۴۷)

نیز قبرستان میں چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، نماز پڑھنا، باتھ روم وغیرہ بنانا، سب سخت ناجائز وحرام ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے:

وکرہ ابو حنیفة ان یوطأ علی قبر او یجلس علیه،

او ینام علیه، او تقضی علیه حاجة من بول او غائط لما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم "انه نهی عن الجلوس علی القبر" ویکره ان یصلی علی القبر لما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم "انه نهی ان یصلی علی القبر"۔ (ج۳ص ۳۵۹)

اور قبروں پر پیشاب پاخانہ کرنا یا بنوانا قبور مسلمین کی توہین اور اموات مسلمین کو ایذا دینا ہے، جو کہ ناجائز وحرام ہے، کیوں کہ جن چیزوں سے زندوں کو تکلیف پہنچتی ہے اس سے مردے کو بھی اذیت ہوتی ہے۔ درمختار میں ہے:

"یکره بول و غائط فی مقابر" اس کے تحت علامہ شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں:

لان المیت یتأذی بما یتأذی به الحی، والظاهر انها تحریمیة۔ (ج ا ص ۵۵۶)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "قبر مسلم کا ادب واجب اس پر استنجا کرنا حرام ہے، اس پر اوگالی یا دھوون ڈالنا توہین ہے، اس پر بلا ضرورت ومجبوری شرعی پاؤں رکھنا ناجائز ہے، نہ کہ معاذ اللہ اس پر جوتا پہنے چڑھنا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان یجلس احدکم علی جمرة تتحرق ثیابه فتخلص الی جلده خیر له من ان یجلس علی قبر۔

بے شک تم میں کسی کا چنگاری پر بیٹھنا کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے، اس کے حق میں قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ رواہ مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لان امشی علی جمرة او سیف احب الی من ان مشی علی قبر مسلم۔

بے شک مجھے آگ یا تلوار پر چلنا مسلمانوں کی قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے۔ (ج۶ ص ۵۰۷)

اسی میں ہے: مسلمانوں کا عام قبرستان وقف ہوتا ہے، اس میں سوائے دفن کے اور تصرف کی اجازت نہیں۔ (ج۶ ص ۴۹۳)

بہار شریعت میں ہے: "مسلمانوں کا قبرستان ہے، جس میں قبر کے نشان مٹ چکے ہیں، ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں، جب بھی اس کو کھیت بنانا یا اس میں مکان بنانا ناجائز ہے اور اب بھی وہ قبرستان ہی ہے، قبرستان کے تمام آداب بجالائے جائیں" (ج۲ ص ۵۲۶)

ہاں اگر وہ قبرستان ملکی ہے تو قبر سے الگ جو مالک جو چاہے کر سکتا ہے، جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: "اور اگر کسی کی ملک ہے تو قبور سے الگ وہ جو چاہے بنا سکتا ہے"۔ (ج۶ ص ۳۴۷)

الحاصل حکم روشن ہو گیا کہ مسئولہ صورت میں نماز جنازہ کی جگہ اور نالی و باتھ روم بنانا ناجائز و گناہ ہے، سب ختم کر دیا جائے اور وہاں مردے دفن کیے جائیں۔ واللہ اعلم

استکتبه

محمد ابوالحسن قادری

خادم الافتائ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

۴ صفر ۱۴۴۵ھ

□□□

مسئلہ:۔ حضور مفتی صاحب قبلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ کولکاتا شہر کے خضر پور میں واقع گوہی خان مسجد کے ذمہ داران نے یہ فیصلہ لیا ہے کہ مسجد میں جمعہ کی جماعت دو کر دیا جائے، اس لیے کہ جمعہ کی نماز میں مسجد میں جگہ نہ رہنے کی وجہ سے کافی لوگوں کو سڑکوں پر نماز جمعہ ادا کرنا پڑتا ہے، جس کی وجہ سے

راستہ بند کرنا پڑتا ہے، نماز جمعہ مکمل ہونے تک سڑک جام ہونے کی وجہ سے مسافروں کو بہت دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بعض اوقات ایمبولینس (AMBULANCE) کو بھی رکنا پڑتا ہے، جس سے مریض کو دشواری ہوتی ہے اور سڑک پر نماز پڑھنے والوں کو بھی بہت کراہیت محسوس ہوتی ہے، اس لیے کہ سڑک پر گندگی بھی رہتی ہے اور نماز کے شرائط میں سے جگہ پاک ہونا بھی ضروری ہے اور برسات کے موسم میں بارش ہونے کی وجہ سے سڑک گیلی ہوجاتی ہے اور سڑک پر پڑے ناپاک اشیا مکمل ظاہر ہوجاتے ہیں، جس کی وجہ سے جگہ ناپاک ہونے کے باوجود مجبوری میں لوگ اسی طرح نماز پڑھتے ہیں اور ٹھیک اسی وقت اسکولوں میں یہاں چھٹی ہوتی ہے، اسکول کے بچوں سے مسجد کو دونوں جانب کا روڈ جام ہوجاتا ہے، لہٰذا ان سارے وجوہات کی بنیاد پر مسجد کے تمام ذمہ داران نے یہ فیصلہ لیا ہے کہ جمعہ کی جماعت دو کردیا جائے تاکہ لوگ دشواری سے بچتے ہوئے صفائی ستھرائی اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرسکیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں جمعہ کی جماعت دو کرسکتے ہیں یا نہیں؟

اور اگر دو جماعت کریں تو اس کی صورت کیا ہوگی؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں۔ منجانب: صغیر احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب:۔ ایک ہی مسجد میں دوبار جمعہ کرنے کی شرعاً اجازت نہیں کہ امام جمعہ وعیدین ہر کوئی نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کے لیے شرط لازم ہے کہ امام ماذون من جہۃ سلطان اسلام ہو یا ماذون کا ماذون یا ماذون الماذون کا ماذون ہو وغیرہ، یا بضرورت باتفاق مسلمین امام جمعہ وعیدین مقرر کیا گیا ہو اور ضرورت قدر ضرورت پر منحصر ہوتی ہے اور ظاہر کہ ایک مسجد کی ضرورت ایک ہی امام سے پوری ہوجاتی ہے، جیسا کہ مشاہد و معمول ہے، لہٰذا ایک مسجد میں ایک ہی بار جمعہ ہو۔ پھر اگر مسلمانوں کی کثرت ہے، ایک مسجد میں نہیں آسکتے تو دوسری مساجد یا کوئی بڑے میدان وغیرہ میں باجازت قاضی اسلام جمعہ قائم کرلیں کہ مذہب مفتیٰ بہ پر شہر میں تعدد جمعہ جائز ہے اور اگر دوسری مساجد نہیں ہیں اور شہر وفنائے شہر میں کوئی ایسی جگہ بھی میسر نہیں کہ وہاں جمعہ وعیدین پڑھ سکیں، تو اس شرط پر مسجد مذکور میں جمعہ دوبارہ ہوسکتا ہے کہ قاضی شرع یعنی اعلم علمائے بلد کے ذریعہ اس مسجد کے لیے دوسرے امام جمعہ کا تقرر ہو اور قاضی اسلام نہ ہو تو باتفاق مسلمین دوسرا امام جمعہ وعیدین معین کیا جائے اور وہ دوسرا جمعہ پڑھائے تو جمعہ درست ہوگا۔ **ھذا ملخص ما فی الفتاوی الرضویۃ**۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

محمد ابوالحسن قادری غفرلہ

۳؍اگست ۲۰۲۳ء

□□□

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

محرم الحرام میں ہونے والے خرافات مثلاً ڈھول، تاشہ، مروجہ تعزیہ داری اور چوک پر فاتحہ دلانا اور تعزیہ کو لے کر گلی گلی گھمانا اور تعزیہ کے سامنے منت ماننا اور مصنوعی کربلا جاکر وہاں فاتحہ دلانا کیسا ہے؟

جو تعزیہ کے سامنے جاکر فاتحہ خوانی کرتا ہو اور اس کے

جواز کا قائل ہو، از روئے شرع اس کے لیے کیا حکم ہے؟

بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: محمد اقبال خان گریڈیہہ، جھارکھنڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب:۔ محرم شریف یا کسی اور خوشی یا غمی کے موقع پر ڈھول، تاشہ بجانا حرام ہے کہ محض لہو وآلہ تسکین نفس ہے۔ اللہ عزوجل لہو ولعب سے منع فرماتا ہے۔ ارشاد ہے:

ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین۔ (سورۂ لقمان:٦)

اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں، ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باجے سے متعلق بتاکید شدید وعید سنائی۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے:

"لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف"۔

اور مسند امام احمد وترمذی اور طبرانی میں ہے:

"ویکون فی امتی خسف وقذف ومسخ قیل یا رسول اللہ متی؟ قال اذا ظھرت المعازف والقینات واستحلت الخمرۃ"۔ (مجمع للھیتمی، ج ۱۰/ص ۸)

کہ میری امت میں گرہن غیبت اور بگاڑ ہوگا، عرض کیا گیا کب یا رسول اللہ؟ فرمایا: جب باجے اور گلوکارہ نمودار ہوجائیں اور شراب حلال ہوجائے، اور مروجہ تعزیہ داری کرنا، تعزیہ کو گلی در گلی گھمانا، تعزیہ کے سامنے فاتحہ دینا اور دلانا، اس سے منت و دعا مانگنا، مصنوعی کربلا بنانا سب ناجائز ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاویٰ رضویہ شریف میں فرماتے ہیں:

"تعزیہ رائجہ مجمع بدعات شنیعہ سیئہ ہے، اس کا بنانا دیکھنا جائز نہیں اور تعظیم وعقیدت سخت حرام واشد بدعت۔ اللہ تعالیٰ مسلمان بھائیوں کو راہ حق کی ہدایت فرمائے آمین واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم"۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۴/ص ۴۸۹)

کتبہ

محمد ابوالحسن قادری غفرلہ

خادم الافتاء طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

۳/محرم الحرام ۱۴۴۵ھ

□□□

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے منت مانی کہ اگر میرا بیٹا پیدا ہوا تو میں ایک اونٹ ذبح کرکے صدقہ دوں گی، اب اللہ کے فضل سے اس کا بیٹا پیدا ہوا اور اب وہ اتنی وسعت نہیں رکھتی ہے کہ اونٹ دے سکے، اب وہ اس کے بدلہ میں کوئی دوسرا جانور یا اس کی قیمت مدرسے میں دینا چاہتی ہے، ایسا کرنا عندالشرع کیسا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد جلال الدین، ضلع نالدہ بنگال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب:۔ مذکورہ صورت منت شرعی کی ہے، منت شرعی یہ کہ اس کے کرنے کو کسی چیز کے ہونے پر موقوف رکھے، یا یوں کہے کہ مجھ پر اللہ عزوجل کے لیے اتنے روزے رکھنا لازم ہے۔ یا میں نے اتنے روزوں کی منت مانی تو یہ منت شرعی کہلائے گی، اور اس میں جب منذور بہ متعین ہو تو اسی کی ادائیگی لازم ہوگی۔

اللہ فرماتا ہے:

"ولیوفوا نذورهم"۔

اور منذور کی قیمت یا اس قیمت کے برابر کوئی دوسری چیز ادا کرنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ تنویر الابصار میں ودرمختار میں ہے:

نذر ان یتصدق بعشرة دراهم من الخبز فتصدق بغیره جاز ان ساوی العشرة کتصدقه بثمنه۔ (ج/ص ۵۲۵)

اور صورت مسئولہ میں جب وہ عورت اونٹ کی ادائیگی پر قادر ہے نہ اس کی قیمت پر تو وہ اونٹ کے قائم مقام مثلاً سات بکریاں صدقہ کردے۔

جیسا کہ تنویر ودرمختار میں ہے:

ولو قال اللہ علی ان اذبح جذورا واتصدق بلحمه فذبح مکانه سبع شیاه جاز کذا فی مجمع النوازل ووجهه لا یخفی۔

اور ردالمحتار میں ہے:

(ووجهه لا یخفی) هو ان السبع تقوم مقامه فی الضحایا والهدایا۔ (ج۵/ص ۵۲۴)

اور بدائع میں ہے:

ثم الوفاء بالنذور به نفسه حقیقة انما یجب عند الامکان فاما عند التعذر فانما یجب الوفاء به تقدیرا بخلفه لان الخلف یقوم مقام الاصل کانه هو کالتراب حالک عدم الماء، وعلی هذا یخرج ایضا النذر بذبح الولد انه یصح عند ابی حنیفة ومحمد رحمهما اللہ ویجب ذبح الشاة لانه ان عجز عن تحقیق القربة بذبح الولد حقیقة لم یعجز عن تحقیقها بذبحه تقدیرا بذبح خلفه وهو الشاة کما فی الشیخ الفانی اذا نذر بالصوم ملخصا۔ (ج۵/ص ۲۴۳)

واللہ اعلم

محمد ابوالحسن قادری غفلہ

طیبۃ العلمائی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

۱۵/ذی القعدہ ۱۴۴۴ھ

۵/جون ۲۰۲۳ء

□□□

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درمسئلہ زیر:

کہ زید اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور وہ سنی ہے بھی۔ اہل سنت وجماعت کی مسجد میں نماز ادا کرتا ہے۔ اور بزرگان دین کے اعراس کی محافل میں شریک بھی ہوتا ہے۔ اس کا کاروبار کھانا پکانا (طباخ) ہے۔ شادی بیاہ اور نیاز وغیرہ کے لیے کھانے کا آرڈر لیتا ہے۔ جس میں سنی وہابی سب کے لیے کھانا پکاتا ہے۔ اس کا یہ کہنا ہے کہ میں آرڈر سب کا لیتا ہوں، مگر جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرتا ہوں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ وہابیوں کا ذبیحہ بھی خرید لیتا ہے، جب کہ یہ خبر غیر متحقق ہے، اور زید اس بات سے انکار بھی کرتا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) جو سنی طباخ سنی وہابی سب کے لیے کھانا پکا کر بیچتا ہو، ایسے شخص کا پکایا ہوا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید کے انکار کرنے کے باوجود خبر غیر معتبر کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے ذبیحہ میں شک کرنا کیسا ہے؟

(۳) اس شخص کے لیے کیا حکم ہے جو سنی صحیح العقیدہ شخص کی بات میں شک کرے اور سنی سنائی باتوں پر یقین کرے؟

المستفتی: عبید عبداللہ (افریقہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب (۱) اگر زید واقعی خود اپنے ہاتھ سے جانور ذبح کرتا ہے یا سنی صحیح العقیدہ شخص کے ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت خریدتا ہے، تو وہ گوشت حلال ہے۔ ایسا حلال پکایا ہوا گوشت خریدنا اور کھانا جائز ہوگا۔ جب کہ وہ گوشت وقت ذبح سے زید کے قبضہ میں آنے، پھر پکا کر بیچنے کے وقت تک درمیان میں ایک لمحہ کے لیے بھی نظر مسلم سے غائب نہ ہوا ہو۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''وقت ذبح سے وقت خریداری تک وہ گوشت مسلمان کی نگرانی میں رہے، بیچ میں کسی وقت مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہو، اور یوں اطمینان کافی حاصل ہو کہ یہ مسلمان کا ذبیحہ ہے، تو اس کا خریدنا جائز اور کھانا حلال ہوگا''۔ (ج ۱۴ / ص ۴۹۳ جدید) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲و۳) گوشت میں اصل حرمت ہے، لہٰذا جب تک حلت کی تحقیق نہ ہوجائے، اور ذبح شرعی معلوم و متحقق نہ ہوجائے، اصل حرمت برقرار رہے گی۔

فتح القدیر میں ہے: ''**لا تحل حتی یعلم انها ذکاة مسلم لانها اصلها حرام**'' (بحوالہ فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ / ص ۴۹۴)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''گوشت میں اصل یہ کہ جانور مثلا گائے جب تک زندہ ہے اس کا گوشت حرام ہے، اگر کوئی ٹکڑا کاٹ لیا جائے، مردار اور حرام ہوگا۔ حلت ذکاۃ شرعی سے ثابت ہوتی ہے، تو جب ذبح شرعی معلوم و متحقق نہ ہو تو حکم حرمت ہے۔'' (ج ۱۴ / ص ۴۹۷)

ہاں اگر زید وہابیوں کا ذبیحہ خریدنے سے انکار کرتا ہے، تو اس کی یہ بات مقبول ہوگی اور اس گوشت کے بارے میں شک کرنا جائز نہ ہوگا۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''مسلم کی خبر پر کہ یہ وہی گوشت ہے جو مسلمان نے ذبح کیا، خریدنا اور کھانا سب جائز ہے، کہ اب خبر مسلم ہے نہ کہ کافر۔'' (۱۴ / ۴۹۵)

البتہ اگر زید ثقہ نہ ہو تو جب تک دل اس کی سچائی کو تسلیم نہ کرے، اس کے گوشت سے احتراز چاہیے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''وہ مخبر ثقہ نہ ہو تو قلب پر اس کا صدق جمنا شرط ہوگا۔'' (۱۴ / ۴۹۵)

اور زید چوں کہ سنیوں کے علاوہ وہابیوں کے لیے بھی آرڈر لیتا ہے، اور ان کے لیے بھی گوشت پکاتا ہے، اس وجہ سے اگر کسی کو اس کے پاس موجود گوشت کے بارے میں شک ہوجائے، تو اس پر الزام نہیں، کیوں کہ مسئلہ گوشت کا ہے اور فقہا کی صراحت مذکور ہوئی کہ گوشت میں اصل حرمت ہے، اور یہ حرمت اس وقت تک زائل نہ ہوگی، جب تک اس گوشت کی حلت یقینی طور پر معلوم و متحقق نہ ہوجائے۔ فقہ کا قاعدہ ہے: ''**الیقین لا یزول بالشک**'' لہٰذا خود زید پر لازم ہے کہ وہ اس شخص بلکہ تمام سنیوں کے شک کو دور کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: حسان المصطفیٰ قادری امجدی غفرلہ

خادم طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو، یوپی

۲۴ رذی الحجہ ۱۴۴۲ھ / ۴ راگست ۲۰۲۱ء

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

یہ بھی یاد رہے کہ اگرچہ تفصیل مذکورہ بالا کے مطابق ذبیحۂ مذکور حلال ہے، مگر بدمذہبوں سے معاملات جائز نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہ

۱۲ رمحرم الحرام ۱۴۴۳ھ

□□□

کشف الاستار اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ

مولانا رضوان احمد نوری شریفی

کشف الاستار اور حضور صدر الشریعہ قدس سرہ پر روشنی ڈالنے سے پہلے ''شرح معانی الآثار'' پر تھوڑی سی روشنی ڈالنی ضروری ہے، تاکہ کشف الاستار اور محشی کی قدر و قیمت اور اہمیت واضح ہو جائے۔

شرح معانی الآثار:

آثار، اثر بمعنی حدیث نبوی، قولِ صحابی و تابعی کی جمع ہے۔ بعض حضرات نے لفظ ''حدیث'' کو مرفوع و موقوف کے ساتھ خاص کر دیا ہے، یعنی جو حدیث مرفوع اور موقوف ہوتی ہے اسی کو حدیث کہتے ہیں، اس لیے کہ مقطوع کو اثر کہتے ہیں، یعنی صرف اسی حدیث کو اثر کہتے ہیں جس کی سند تابعی تک پہنچتی ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ لفظ ''اثر'' کا اطلاق حدیث مرفوع و موقوف پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ خود امام طحاوی قدس سرہ شروع کتاب میں فرماتے ہیں:

''سألنی بعض اصحابنا من اھل العلم ان اضع له کتاباً اذکر فیه الأثار الماثورة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الاحکام التی یتوھم اھل الالحاد والضعفة من اھل الاسلام ان بعضھا ینقض بعضا لقلة علمھم بناسخھا من منسوخھا''۔

ترجمہ:۔ اہل علم میں سے ہمارے بعض احباب واصحاب نے مجھ سے درخواست کی کہ میں ان کے لیے ایسی کتاب ترتیب دوں جس میں احکام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ان احادیث کا ذکر کروں جن کے بارے میں اہل اسلام میں سے جو ملحد اور کمزور عقل ورائے والے ہیں انھیں ناسخ ومنسوخ کا علم نہ ہونے کی وجہ وہم ہوتا ہے کہ بعض احادیث دوسری بعض احادیث کی متناقض ہیں۔

اس عبارت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث کو ''اثرِ ماثورہ'' فرمایا۔ جس کی تائید محقق علی الاطلاع شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ مشکوۃ المصابیح کے مقدمہ میں ہے:

''وما انتھی الی التابعی یقال له المقطوع وقد خص بعضھم الحدیث بالمرفوع والموقوف اذ المقطوع یقال له الاثر وقد یطلق الاثر علی المرفوع ایضا کما بالادعیة الماثورة لما جاء من الادعیة عن النبی صلی الله علیه وسلم والطحاوی سمی کتابه المشتمل علی بیان الاحادیث النبویة أثار الصحابة بشرح معانی الأثار''۔ (المقدمة للشیخ عبدالحق الدھلوی، مشکوۃ المصابیح)

ترجمہ:۔ اور جس کی سند تابعی تک پہنچتی ہے اس کو مقطوع کہا جاتا ہے اور بعض محدثین نے لفظ ''حدیث'' کو مرفوع و

موقوف کے ساتھ خاص کردیا ہے، اس لیے کہ مقطوع کو اثر کہا جاتا ہے اور کبھی اثر کا اطلاق مرفوع پر بھی ہوتا ہے، جیسا کہ جو دعائیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہیں، ان کو ادعیہ ماثورہ کہا جاتا ہے اور امام طحاوی نے اپنی اس کتاب کو جو احادیث نبویہ اور آثار صحابہ کے بیان پر مشتمل ہے ''شرح معانی الآثار'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔

اس کی روشنی میں ''شرح معانی الآثار'' کے معنی ہوئے احادیث نبویہ اور آثار صحابہ کے معانی کا بیان اور ان کی شرح۔

''شرح معانی الآثار'' دو جلدوں میں احادیث احکام کا مجموعہ ہے، مذہب حنفی کی تائید میں احادیث کی جو کتابیں ہیں ان میں یہ کتاب بڑی اہمیت اور افادیت کی حامل ہے، اس لیے بہت سے محدثین نے اس کتاب کو سنن اربعہ پر فوقیت دی ہے، اکثر محدثین کا شرح المعانی لآثار کو سنن اربعہ پر فوقیت دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس میں سنن اربعہ سے زیادہ احادیث صحیح ہیں اور ان کی سندیں بھی زیادہ لائق اعتماد ہیں، اس کتاب میں امام طحاوی قدس سرہ کا طرز تحریر یہ ہے کہ مذہب حنفی کے موافق اور مخالف دونوں طرح کی احادیث سندوں کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، اس طرح کی احادیث ذکر کرنے کے بعد اکثر فرماتے ہیں: "قال ابو جعفر فذهب قوم الی هذا و خالفهم فی ذلک اخرون"۔ پھر مخالفین کے موافق احادیث کا ذکر کرتے ہیں، پھر بحث فرماتے ہیں۔

کتاب کی مقبولیت اور افادیت کے پیش نظر حضرت علامہ محدث بدرالدین العینی الحنفی نے سب سے پہلے متون احادیث کی شرح اور امام طحاوی کی ابحاث کی شرح کرتے ہوئے "نخب الافکار" و "مبانی الاخبار" کے نام سے کتابیں تصنیف فرمائیں اور شرح معانی الآثار میں مذکور احادیث کے رواۃ سے متعلق ''رجال الطحاوی'' کے نام سے ایک اور کتاب تصنیف فرمائی، مگر یہ کتابیں منظر عام پر نہ آسکیں۔ بقول حضور محدث کبیر مدظلہ العالی جامعہ ازہر قاہرہ کے مکتبۂ مخطوطات میں موجود ہیں، ظاہر ہے کہ علامہ عینی قدس سرہ نے متون احادیث اور ابحاث طحاوی کی شرح کی ضرورت محسوس کی جبھی تو ''نخب الافکار'' اور مبانی لاخبار تصنیف فرماتے ہوئے احادیث کے رواۃ سے متعلق بھی کتاب تصنیف فرمائی۔

مصنفات عینی کا منظر عام پر نہ آنے کی وجہ سے ان متون و ابحاث و رواۃ کی شرح کی ضرورت باقی تھی اور ان اہم کاموں کو بحسن و خوبی انجام دینا ہر کسی کا کام نہیں، بلکہ اس کا کام ہے جو احادیث کریمہ کی تمام قسموں یعنی مرفوع، موقوف، مقطوع، متصل، منقطع، معلق و مرسل، مضطرب و مدلس، شاذ و معلل، مقبول و مردود، متروک و منکر، ناسخ و منسوخ اور موضوع وغیرہ کے درمیان تمیز کرسکے اور ان کے وجوہ واسباب سے بھی واقف ہو۔ اسماء الرجال پر گہری نظر رکھتا ہو اور بحر فقہ کا شناور وغواص ہو، جس کے اندر استنباط واستخراج کی پوری پوری صلاحیت ہو اور ایسی شخصیت سیکڑوں بلکہ ہزاروں میں ایک ہوا کرتی ہے۔ حضور صدر الشریعہ قدس سرہ کا زمانہ رجال العلم والادب کا زمانہ تھا، تبحر علما کی کمی نہیں تھی، بہت سے علما علم وحکمت، فضل وکمال اور تقویٰ وطہار کے جامع تھے، مگر آپ کے ایسے باصلاحیت تلامذہ جو علم وفضل کے کوہِ گراں تھے، ان کی اور دیگر علمائے متبحرین کی نگاہ حضور صدر الشریعہ پر پڑی، اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ یہ وہ عبقری شخصیت جو اس عظیم الشان کام کو کما حقہ پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتی ہے۔

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ وہ ہیں، جن پر سیدنا اعلیٰ

حضرت امام احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ کی خاص نظر عنایت تھی، خود سیدنا اعلیٰ حضرت آپ کی علمی لیاقت و صلاحیت کے معترف تھے۔ حضرت مولانا سید شاہ حضور احمد اشرف کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

''یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا''۔(الملفوظ اول، ص:۸۵)

اور آپ کے مجد وشرف کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:ـ

میرا امجد مجد کا پکا ☆ اس سے بہت کچھ یاتے یہ ہیں

(الاستمداد، ص:۶۷)

اس شعر پر حاشیہ آرائی فرماتے ہوئے میرے مرشد برحق آقائی ومولائی حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

''جناب حامی سنت مولانا حکیم ابو العلا مولوی محمد امجد علی صاحب اعظمی قادری برکاتی رضوی مصنف بہار شریعت خلیفۂ اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مدظلہ العالی و مدرس مدرسہ اہل سنت وجماعت و مہتمم مطبع اہل سنت وجماعت بریلی''۔

حضور صدر الشریعہ قدس سرہ کے بارے میں مدح و ستائش کے مذکورہ کلمات ذکر کرنا، ان کی قدر و منزلت کی عظمت پر واضح دلیل ہے۔

آپ وہ ہیں جن کی ذہانت وفطانت اور اخاذ طبیعت کو دیکھ کر استاذ الاساتذہ جامع معقول ومنقول حضرت علامہ مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب قدس سرہ رامپوری ثم جونپوری یہ تحریر فرمائیں:

''ایک ہی شاگرد ملا وہ بھی بڑھاپے میں''۔

یہ جملہ بتا رہا ہے کہ حضور استاذ الاساتذہ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہ کرنے والوں میں پورے عرصۂ تدریس میں حضور صدر الشریعہ جیسا ذہین وفطین اور ذی استعداد شاگرد پہنچا ہی نہیں۔ چنانچہ کشف الاستار، بہار شریعت اور فتاویٰ امجدیہ وغیرہ مذکورہ بالا باتوں کی واضح اور روشن دلیل ہیں۔

کشف الاستار:

کشف الاستار کے معنی ہیں پردوں اور پوشیدگیوں کو دور کرنے والا حاشیہ، یہ حاشیہ مندرجہ ذیل محاسن اور خوبیوں کا حامل ہے۔

(۱) حضور محشی علیہ الرحمہ نے متون احادیث میں جو مشکل الفاظ اور جملے قابل تشریح تھے، ان کے معانی کو لغت، اہل لغت اور مستند و معتمد شخصیتوں کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے مقام و محل کے اعتبار سے مختصر یا مفصل تشریح فرمائی ہے۔

(۲) متناقض احادیث کریمہ سے متعلق امام طحاوی قدس سرہ نے جو بحثیں کی ہیں، ان میں جہاں مزید وضاحت کی ضرورت تھی تو مزید وضاحت فرمائی ہے اور امام کے موقف کی تائید میں مستند و معتمد کتابوں کے حوالے سے دیگر احادیث اور روایات کو پیش کرتے ہوئے اطمینان بخش بحث فرمائی ہے۔

(۳) رجال طحاوی سے متعلق مستند اور قابل بھروسہ کتابوں کے حوالے سے ثقہ، صدوق، مجہول، کاذب اور واضع وغیرہ سے متعلق کہیں بالاختصار اور کہیں بالتفصیل شرح فرمائی ہے اور اگر کہیں کتابت میں سہو ہوگیا ہے تو اس کی بھی نشان دہی فرمائی ہے۔

ذیل میں مذکورہ بالا محاسن کی چند مثالیں ترتیب وار پیش کی جارہی ہیں۔

(۱) شرح متون کی مثالیں:

ا۔''باب الماء تقع فيه النجاسة'' کے تحت ایک حدیث میں ''وهي بير يلقى فيها ما يلقى من النتن'' کی عبارت ہے، جس میں ''النتن'' کا معنی تلفظ کے ساتھ بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

(۳)النتن بفتح النون وسکون التاء وقد تکسر الرائحة الکریھة والمراد ھھنا الشیء المنتن کالقذرة والجیفة۔ (کشف الاستار، ج: ۱ر ص: ۱۷)

ترجمہ: ۔النتن نون کے فتحہ اور تا کے سکون کے ساتھ اور کبھی تا کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے، اس کے معنی بدبو کے ہیں، مگر یہاں مراد بدبودار چیز ہے، جیسے گندگی جس سے گھن کیا جائے اور سڑی مردہ لاش۔

لغوی معنی بتانے کے بعد حدیث شریف میں جو اس سے مراد ہے اس کی وضاحت فرمادی۔

۲۔امام طحاوی قدس سرہ بدن اور زمین کے نجس نہ ہونے سے متعلق بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وکیف یکون ذلک وقد امر بالمکان الذی یال فیہ الاعزلی من المسجد ان یصب علیہ ذنوب من ماء"۔

اس عبارت میں لفظ "ذنوب" پر حاشیہ آرائی فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

(۱۴) قولہ ذنوب قال الخلیل الدلو ملأی ماءً وقال ابن فارس الدلو العظیمة وقال ابن السکیت فیھا ماء قریب من الملأ ولا یقال لھا وھی فارغة ذنوب کما فی الفتح۔ (کشف الاستار، ج: ۱ر ص: ۲۰)

ترجمہ: خلیل نے کہا کہ پانی سے بھرے ہوئے ڈول کو ذنوب کہتے ہیں اور ابن فارس نے کہا کہ بڑے ڈول کو ذنوب کہتے ہیں اور ابن سکیت کا کہنا ہے کہ ڈول جب پانی بھرنے کے قریب ہوجائے تو ذنوب کہتے ہیں اور جب ڈول خالی ہو تو ذنوب نہیں کہا جاتا ہے جیسا کہ فتح میں ہے۔

۳۔ ج: ۱ر کے صفحہ ۳۰ر پر جہاں چوہے اور بلی کے کنویں میں مرجانے کا بیان ہے، وہاں پر عبارت ہے "فی البیر یقع فیھا الجرذ او السنور فیموت" اس میں "الجرذ" پر حاشیہ آرائی یوں فرمائی ہے:

(۳۶) قولہ الجرذ بضم جیم و راء مفتوحة بعدھا ذال معجمة نوع من الفار وقیل ھو الذکر الکبیر من الفار۔ (المحدث السورتی)۔ (کشف الاستار، ج: ۱ر ص: ۳۰)

ترجمہ: ۔حضور محدث سورتی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ "الجرذ" میں جیم مضمومہ اور را مفتوحہ ہے، جس کے بعد ذال معجمہ ہے، جس کے معنی ایک قسم کا چوہا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ بڑے مذکر (نر) چوہے کو جرذ کہا جاتا ہے۔

۴۔ ج: ۱ر ص: ۱۴۲ر پر "حدثنا یونس والربیع المؤذن قالا حدثنا اسد" ح میں حرف "ح" پر حاشیہ آرائی یوں فرمائی:

(۲۲) قولہ ح الخ اذا کان للحدیث اسنادان او اکثر کتبوا عند الانتقال من اسناد الی اسناد ح وھی حاء مھملة مفردة والمختار انھا ماخوذة من التحول لتحولہ من اسناد الی اسناد آخر وانہ یقول القاریٔ اذا انتھی الیہ ح ویستمر قراءة ما بعدھا وفائدتہ ان لا یرکب الاسناد الثانی مع الاسناد الاول فیجعلا اسنادا واحدا قیل انھا من حال بین الشیئین اذا حجز لکونھا حالة بین الاسنادین وانہ لا یلفظ عند الانتھاء الیھا بشیء ولیست من الروایة وقیل انھا رمز الی قولہ الحدیث وان اھل المغرب کلھم یقولون اذا وصلوا الیھا الحدیث وقد کتب جماعة الحفاظ موضعھا صح فیشعر بانھا رمز صح، وحسنت ھھنا کتابتہ لئلا یتوھم انہ سقط متن

الاسناد الاول۔ (ج: ۱/ص: ۱۴۲)

ترجمہ:۔ جب حدیث کی دو سندیں یا دو سے زیادہ سندیں ہوتی ہیں تو ایک اسناد سے دوسری اسناد کی طرف منتقل ہونے کے وقت ح حا مہملہ مفردہ لکھتے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ ایک سند سے دوسری سند کی طرف منتقل ہونے کی وجہ سے اسے تحول سے ماخوذ مانا جائے۔

اور قاری جب اسناد کی انتہا (اخیر تک) پہنچتا ہے تو ح کہتا ہے اور مابعد کی قراءت کو جاری رکھتا ہے، جس کا فائدہ یہ ہے کہ دوسری اسناد پہلی اسناد کے ساتھ اس طرح مل نہ جائے کہ دونوں کو ایک ہی سند قرار دے دیا جائے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حال بین الشیئین (دو چیزوں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو جائے) سے ماخوذ ہے۔ اس لیے کہ ''ح'' دو اسنادوں کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور اس تک پہنچنے پر کوئی ایسا لفظ نہیں بولا جاتا جس کا تعلق روایت سے نہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ''ح'' قولہ الحدیث کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور بے شک تمام اہل مغرب جب اس کے ساتھ حدیث کو ملاتے ہیں تو ''ح'' کہتے ہیں اور حفاظ کی جماعت نے اس کی جگہ (ح کی جگہ) صح لکھا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اشارہ ہے صح (صحت حدیث) کی طرف اور یہاں اس کا لکھنا بہتر ہے، تاکہ اس کا وہم نہ ہو کہ پہلی اسناد کا متن ساقط ہو گیا۔

۵۔ ایک اعرابی نے مسجد شریف میں پیشاب کرنا شروع کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے مہ مہ کہہ کر روکا، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دعوہ'' (اس کو چھوڑ دو روکو مت) اس ارشاد پر فطری طور پر ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور نے روکنے سے منع کیوں فرمایا۔ اس لیے اس کی تشریح کی ضرورت تھی، لہٰذا اس جملہ پر حاشیہ آرائی یوں فرمائی ہے:

(۱۷) دعوہ ای اترک قال فی المرقاۃ فانہ معذور لانہ لم یعلم عدم جواز البول فی المسجد لقربہ بالاسلام وبعدہ عنہ علیہ الصلوۃ والسلام وقال فی الفتح کان ھذا الامر بالترک عقب زجر الناس لہ وانما ترکہ یمیل فی المسجد لانہ کان شرع فی المفسدۃ فلو منع لزالۃ اذ حصل تلبیث جزء من المسجد فلو منع لدار بین الامرین اما ان یقطعہ فیتضرہ واما یقطعہ فلا یأمن تنجیس بدنہ او ثورہ او مواضع الاخری من المسجد۔ (ج: ۱/ص: ۲۱)

ترجمہ:۔ ''دعوہ'' یعنی اس کو چھوڑ دو۔ صاحب مرقات نے فرمایا کہ دعوہ اس لیے فرمایا کہ وہ معذور جلد ہی اسلام قبول کرنے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دور رہنے کی وجہ سے نہیں جانتے تھے کہ مسجد میں پیشاب کرنا جائز نہیں۔ اور فتح میں ہے کہ چھوڑ دینے کا حکم اعرابی کو زجر و توبیخ کے بعد ہوا، اس کو مسجد میں پیشاب کرتے ہوئے چھوڑ دیا، اس لیے کہ فساد کی ابتدا ہو چکی تھی، اگر اسے روکتے تو فساد اور پھیل جاتا، اس لیے کہ مسجد کا ایک حصہ گندگی سے ملوث ہو ہی چکا تھا، اگر انھیں روکتے تو دو حال سے خالی نہیں ہوتا یا تو پیشاب سے روکتے تو یہ ان کے لیے نقصان دہ ہوتا یا نہیں روکتے تو اپنا بدن یا کپڑا یا مسجد کی دوسری جگہوں کو ناپاک کر دیتے۔

۶۔ امام طحاوی قدس سرہ کی عادت کریمہ ہے کہ کسی چیز سے متعلق احادیث ذکر کرنے کے بعد اکثر فرماتے ہیں ''قال ابو جعفر فذہب قول الی ہٰذا وخالفہم فی ذالک آخرون'' اور کبھی بغیر ''قال ابو

جعفر'' کہے ہوئے ''فذہب قول الی ہذا۔ وخالفہم ذالک آخرون'' تحریر فرماتے ہیں۔ تو جہاں جہاں یہ عبارت ہے، وہاں حضور صدر الشریعہ قدس سرہ نے ''ذہب قوم'' میں قوم سے مراد کون لوگ ہیں؟ اور ''خالفہم فی ذالک آخرون'' میں آخرون سے مراد کون لوگ ہیں؟ ان لوگوں کی نشان دہی فرمادی ہے۔

مثلاً جلد دوم کے ''باب الخفض فی الصلوۃ ہل فیہ تقدیر'' کے تحت ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''قال ابوجعفر فذہب قوم الی ہذا الا یکبرون فی الصلوۃ''

اس میں ''فکانوا لا یکبرون'' پر حاشیہ تحریر فرماتے ہوئے نشان دہی فرماتے ہیں:

۳۔ قوله فكانوا لا يكبرون الخ، كان عمر ابن عبد العزيز ومحمد بن سيرين والقاسم وسالم بن عبد الله وسعيد بن جبير وقتادة لا يكبرون فى الصلوة اذا خفضوا۔

ترجمہ:۔ نماز میں جب سجدہ کے لیے جھکتے تو وہ اللہ اکبر نہیں کہتے۔

اور ''خالفهم فى ذالک آخرون فكبروا فى الخفض والرفع جميعا'' پر حاشیہ آرائی یوں فرمائی ہے:

(۴) قوله فكبروا فى الخفض والرفع واليه ذهب عطاء بن ابى رباح والحسن البصرى ومحمد بن سيرين وابراهيم النخعى والثورى والاوزاعى وابو حنيفة ومالک والشافعى واحمد واصحابه ويحكى ذالک عن ابن مسعود وابى هريرة وجابر وقيس بن عبادة رضى الله عنهم۔ (كشف الاستار: ج:۲/ص:۷،۶)

ترجمہ:۔ مذکورہ حضرات نماز میں سر اٹھاتے اور جھکاتے وقت اللہ اکبر کہتے۔

۵۔ ''قال ابو مسعود البدرى: الا اصلى لكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فصلى بنا اربع ركعات يكبر فيهن كلما خفض ورفع، وقال هكذا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى۔

اس میں ''يكبر فيهن كلما خفض ورفع''۔ (جب جب سر جھکاتے اور اٹھاتے تو تکبیر کہتے) بظاہر اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر انتقال میں تکبیر ہی کہتے، حالاں کہ رکوع سے سر اٹھاتے وقت تحمید مشروع ہے، اس لیے حاشیہ تحریر فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

(۷) قوله كلما خفض ورفع: هو عام فى جميع الانتقالات فى الصلوة، لكن خص منه الرفع من الركوع بالاجماع فانه شرع فيه التحميد فاما ان يقال ان قوله ''يكبر'' على التغليب، حيث اطلق التكبير على التحميد ايضا، واما ان يقال ان فى التحميد اظهار عظمته تعالى فاذا اطلق عليه التكبير۔ قال ابن حجر: وقد جاء بهذا اللفظ العام ايضا من حديث ابى هريرة وابى موسى وابن مسعود وعمران بن حصين وابن عباس، ومن حيث ابن عمر عند احمد والنسائى ومن حديث عبد الله بن زيد عن سعيد بن منصور، ومن حديث وائل بن حجر عند ابن حبان، ومن حديث جابر عند البزار۔ (كشف الاستار، ج:۲/ص:۸)

ترجمہ:۔ وہ (تکبیر کہنا) نماز کے تمام انتقالات کو عام ہے، لیکن اجماعاً رکوع سے سر اٹھانے کو اس سے خاص کرلیا گیا ہے، اس لیے کہ اس میں تحمید (سمع الله لمن حمده اور ربنا ولک الحمد) مشروع ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ ان کا ''یکبر''

کہنا تغلیباً ہے، اس لیے کہ تحمید پر تکبیر کا بھی اطلاق ہوتا ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ تحمید میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اظہار ہے، اس لیے اس پر تکبیر کا اطلاق ہوا۔ ابن حجر نے فرمایا: ابو ہریرہ و ابو موسیٰ و ابن مسعود و عمران بن حصین و ابن عباس کی حدیث میں اور ابن عمر کی حدیث میں احمد اور نسائی کے نزدیک اور عبد اللہ بن زید کی حدیث میں سعید بن منصور کے کے نزدیک اور وائل بن حجر کی حدیث میں ابن حبان کے نزدیک اور جابر کی حدیث میں بزار کے نزدیک اسی لفظ عام (یکبر) کے ساتھ آیا ہے۔

۶۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابو بکر وعمر یتمون التکبیر یکبرون اذا سجدوا واذا رفعوا واذا قاموا من الرکعۃ۔ (کشف الاستار، ج: ۲/ص: ۹)

اس میں "یتمون التکبیر" پر حاشیہ آرائی فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

(۱۰) قولہ یتمون التکبیر ای اعدادہ فیکون قولہ یکبرون الخ بیانا لہ: والتکبیرات فی الثنائیۃ احدی عشرۃ تکبیرۃ وھی تکبیرۃ الاحرام وخمس فی کل رکعۃ وفی الثلاثیۃ سبع عشرۃ وھی تکبیرۃ الاحرام وتکبیرۃ القیام من التشھد الاول وخمس فی کل رکعۃ منھا وفی الرباعیۃ ثنتان وعشرون ففی الصلوات الخمس اربع وتسعون تکبیرۃ فی کل یوم ویحتمل ان یکون معناہ مد التکبیر الی ان یصل الی حد الرکوع او السجود۔

ترجمہ:۔ ان کا قول "یتمون التکبیر" کا مطلب یہ ہے کہ تکبیر کی عددوں کو پورا کرتے، تو ایسی صورت میں ان کا قول "یکبرون الخ" اس کا (یتمون التکبیر) کا بیان ہوجائے گا۔ دو رکعت والی نماز میں گیارہ تکبیریں ہوتی ہیں اور وہ ہیں تکبیر تحریمہ اور ہر رکعت میں پانچ تکبیر اور تین والی نماز میں سترہ تکبیریں، وہ یہ ہیں تکبیر تحریمہ اور پہلے تشہد سے قیام کی تکبیر اور ان میں سے ہر رکعت میں پانچ تکبیر اور چار رکعت والی نماز میں بائیس تکبیریں ہوتی ہیں تو اس طرح پانچوں نمازوں میں روزانہ چورانوے تکبیریں ہوئیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ "یتمون التکبیر" کا معنی رکوع یا سجود کی حد تک پہنچنے تک تکبیر کو دراز کرنا ہے۔

۷۔ ابو مسعود الانصاری کی حدیث "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیلینی منکم اولوا الاحلام والنھی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم"۔ میں "لیلینی" پر حاشیہ آرائی یوں فرمائی ہے:

(۲۶) قولہ لیلینی: قال الطیبی ھو بکسر اللام وتخفیف النون من غیر یاء قبل النون، ویجوز اثبات الیاء منع تشدید النون علی التوکید، کذا قالہ النووی وقال التورپشتی "من حق ھذا اللفظ ان یحذف منہ الیاء، لانہ علی صیغۃ الامر، وقد وجدنا باثبات الیاء وسکونھا فی سائر کتب الحدیث، والظاھر انہ غلط" اھ اقول: لو قرئ باسکان الیاء فھو غلط لانہ امر ویجب فیہ حذف الیاء واما لو قرئ بفتح الیاء وتشدید النون فھو صحیح کما قالہ النووی، والاحلام جمع "حلم" بالکسر کانہ من الحلم والاناۃ والتثبت فی الامور وذٰلک من شعار العقلاء، وقال بعضھم: المراد باولی الاحلام البالغون، فحینئذ الاحلام جمع حلم بالضم، و "النھی" بضم النون العقول جمع "نھیۃ" بضم النون، وھی العقل وسمی العقل نھیۃ لانہ ینتھی الی ما امر بہ ولا یتجاوز،

وقیل: لانه ینهی عن القبائح، وقال ابو علی الفارسی: یجوز ان یکون النهی مصدر کالهدی وان یکون جمعا کالظلم، فعلی قول من یقول: اولوا الاحلام العقلاء یکون اللفظان بمعنی واحد ولما اختلف اللفظ عطف علی الأخر تاکیدا فهو من باب "والفی قولها کذبا ومینا" وهو کثیر فی الکلام، وعلی قول من یجعلها بمعنی "البالغین" یکون المعنی لیلینی البالغون العقلاء وانما امرهم لیلوه لیحفظوا صلوته ویضبطوا الاحکام والسنن التی فیها، فیبلغونها، فیاخذ عنهم من بعدهم۔

(کشف الاستار، ج:۲/ص:۲۵)

ترجمہ:۔ ان کا قول لیلینی: طیبی نے کہا کہ وہ لام کے کسرہ اور نون سے پہلے بغیر یا کے نون خفیفہ کے ساتھ ہے اور تاکید کے طور پر نون مشدد کے ساتھ یا کو ثابت رکھنا بھی جائز ہے ایسا ہی نووی نے فرمایا۔ اور توربشتی نے کہا کہ اس لفظ کا حق یہ ہے کہ اس سے یا کو حذف کر دیا جائے، اس لیے کہ وہ امر کا صیغہ ہے اور ہم نے حدیث کی باقی تمام کتابوں میں یا کے ساتھ اور اس کے سکون کے ساتھ پایا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ غلط ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یا کے سکون کے ساتھ پڑھا جائے تو غلط ہے، اس لیے کہ وہ امر ہے جس میں حذفِ یا ضروری ہے اور اگر یا کے فتحہ اور نون مشدد کے ساتھ پڑھا جائے تو صحیح ہے جیسا کہ نووی نے فرمایا۔ اور احلام، حلم بالکسر کی جمع ہے، گویا کہ وہ اس حلم سے ہے جس کے معنی متانت وسنجیدگی اور کاموں میں چھان بین کرنے کے ہیں اور یہ عقل مندوں کا شعار ہے اور بعض نے کہا کہ اولوا الاحلام سے مراد بالغین ہیں تو ایسی صورت میں احلام، حلم بالضم کی جمع ہوگا۔ اور "نهی" نون کے ضمہ کے ساتھ بمعنی عقول "نهیة"، بضم نون بمعنی عقل کی جمع ہے، عقل کو نهیة کے ساتھ موسوم اس لیے کیا گیا ہے کہ عقل وہاں تک پہنچتی ہے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اور اس سے تجاوز نہیں کرتی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ قبائح (برائیوں) سے روکتی ہے، اس لیے اس کو نهیة کہا جاتا ہے اور ابوعلی فارسی نے کہا کہ ہدی کی طرح نہی کا مصدر ہونا بھی جائز ہے اور ظلم کی طرح جمع ہونا بھی جائز ہے، تو ان کے قول پر جو اولوا الاحلام سے عقلا مراد لیتے ہیں دونوں لفظ (احلام ونہی) ایک ہی معنی میں ہوں گے اور جب (لفظ) مختلف ہو گیا تو تاکیداً دوسرے پر عطف کر دیا گیا تو وہ "الفی قولها کذبا ومینا" کی قبیل سے ہے اور کلام میں ایسا بہت ہوتا ہے اور ان کے قول پر جو اولوا الاحلام سے بالغین مراد لیتے ہیں، معنی یہ ہوگا کہ عقل مند بالغین مجھ سے قریب رہیں اور ان کو (صحابہ) کو قریب رہنے کا حکم اس لیے فرمایا تا کہ آپ کی نماز کو یاد رکھیں اور اس میں جو احکام وسنن ہیں ان کو ضبط کریں تو ان کو لوگوں تک پہنچائیں تا کہ ان کے بعد کے لوگ ان سے لیں۔

اس حاشیہ میں "لیلینی" کے تلفظ اور "احلام" و "نہی" کے معنی کی عمدہ انداز میں تشریح کرتے ہوئے اس کی بھی وضاحت فرمادی کہ لیلینی کا حکم کیوں فرمایا، جس سے امام طحاوی کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔

ابحاث طحاوی کی شرح:

(۱)......جلد دوم کے شروع باب میں حدیث ابن زناد کو ذکر کیا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر انتقال پر رفع یدین کیا اور بعد میں عاصم بن کلیب کی حدیث ذکر کی، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ ہی کے وقت رفع یدین کیا۔ اس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فحديث عاصم بن كليب هذا قد دل على ان حديث ابن ابی الزناد على احد وجهين اما ان يكون فی نفسه سقيما او لا يكون فيه ذكر الرفع اصلا۔

اس میں "علی احد وجهين" پر حاشیہ یوں تحریر فرمایا ہے:

(۱۸) قوله على احد وجهين الخ: يعنی ان حديث علی رضی الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فی رفع اليدين المذكور فی اول الباب يحتمل وجهين، اما ان يكون ذلک الحديث فی نفسه سقيما، او لا يكون فيه ذكر الرفع كما رواه غير عبد الرحمن بن ابی الزناد وليس فيه ذكر الرفع فان كان الاول فلا حجة للحضم به وان كان حديث ابی الزناد صحيحا، لان فيه زيادة والزيادة من الثقات مقبولة فترک علی رضی الله عنه رفع اليدين بعد النبی صلى الله عليه وسلم مع انه رأى النبی صلى الله عليه وسلم يرفع يديه دليل على نسخ الرفع، لانه لو كان ثابتا ما تركه۔ (کشف الاستار، ج:۲/ص:۲۱)

ترجمہ:۔ ان کا قول "علی احد وجهين الخ" یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث جو باب کے شروع میں رفع یدین کے ذکر کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے، اس میں دو احتمال ہے یا تو وہ حدیث فی نفسہ سقیم ہے یا اس میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے جیسا کہ عبد الرحمن بن ابی الزناد کے علاوہ نے اس کی روایت کی ہے اور اس میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے، پس اگر پہلی صورت ہو (سقیم ہو) تو مخالف کے لیے وہ حجت نہیں بن سکتی اور اگر ابو زناد کی حدیث صحیح ہو، اس لیے کہ اس میں زیادتی (اضافہ) ہے اور ثقہ لوگوں کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کا رفع یدین کو چھوڑنا باوجودیکہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے، رفع یدین کے منسوخ ہونے پر دلیل ہے، اس لیے کہ اگر منسوخ نہ ہوتا تو حضرت علی رفع یدین چھوڑتے نہیں۔

(۲)...... عاصم بن کلیب کی حدیث میں "ان عليا رضی الله عنه كان يرفع يديه" کی تائید میں حاشیہ میں دوسری روایت کا ذکر فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

(۱۷) قوله ان عليا رضی الله عنه الخ، قال محمد بن الحسن فی المؤطا، وفی كتاب الحج، اخبرنا محمد بن ابان بن صالح عن عاصم بن كليب الجرمی عن ابيه قال: رأيت علی بن ابی طالب رضی الله عنه رفع يديه عند التكبيرة الاولى فی الصلوة المكتوبة، ولم يرفعهما فی ماسوى ذلک"۔ اھ (کشف الاستار، ج:۲/ص:۲۱، ۲۰)

ترجمہ:۔ ان کا قول "ان عليا رضی الله عنه الخ" محمد بن الحسن نے مؤطا اور کتاب الحج میں فرمایا کہ ہم کو محمد بن ابان بن صالح نے عاصم بن کلیب جرمی سے روایت کرتے ہوئے خبر دی اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے علی بن ابو طالب کو فرض نماز میں پہلی تکبیر کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے دیکھا اور اس کے علاوہ میں ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

(۳)...... حضرت امام طحاوی قدس سرہ حدیث وائل کی مخالفت میں جہاں یہ ذکر فرمایا ہے:

"فقد ضاده ابراهيم بما ذكر عن عبد الله انه لم يكن رأى النبی صلى الله عليه وسلم فعلى ما ذكر فعبد الله اقدم صحبة لرسول الله صلى الله عليه وسلم وافهم

بافعاله من وائل"

اس عبارت میں "فعبد الله اقدم صحبة لرسول الله صلى الله عليه وسلم" پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے "اقدم صحبة" کی وضاحت فرماتے ہوئے اس کی تائید میں حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت حذیفہ، حضرت علقمہ اور حضرت ابونعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال پیش فرمائے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

(۲۳) قوله فعبد الله اقدم صحبة: لانه اسلم بمكة قديما وهاجر الهجرتين وشهد بدرا والمشاهد كلها، وكان صاحب نعل رسول الله صلى الله عليه وسلم ووساده وسواكه وظهوره في السفر وقال ابو نعيم كان سادس الاسلام وكان يشبه بالنبي صلى الله عليه وسلم في هديه ودله وسمته، وقال ابو موسى الاشعرى رضي الله عنه لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وما ارى ابن مسعود والا من اهله، وقال علقمة: كان عبد الله اشبه بالنبي صلى الله عليه وسلم، وعن عبد الله بن يزيد قال اتينا حذيفة، فقلنا له: حدثنا باقرب الناس برسول الله صلى الله عليه وسلم هديا ودلا وسمتا فاخذ عنه وتسمع منه قال كان اقرب الناس برسول الله صلى الله عليه وسلم هديا وسمتا ودلا عبد الله بن مسعود حتى يتوارى عنا في بيته، وقال ابو موسى الاشعرى رضي الله عنه فيه: لا تسألوني عن شيء ما دام هذا الخبر فيكم يعني ابن مسعود۔

(کشف الاستار، ج:۲/ص:۲۴)

ترجمہ:۔ ماتن کا قول "فعبد الله اقدم صحبة" (اس لیے کہ عبد اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت میں وائل سے زیادہ قدیم اور آگے ہیں) اس لیے کہ وہ مکہ میں پہلے اسلام لائے اور دونوں ہجرتین (حبشہ و مدینہ) کیں، بدر اور تمام غزوات اور جنگوں میں شریک ہوئے اور سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین شریف، آپ کا تکیہ مبارک، مسواک شریف اور وضو کے لیے پانی کو اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور ابونعیم نے کہا کہ اسلام قبول کرنے والوں میں چھٹے تھے اور رہنمائی اور طور طریقے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جب بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تو ابن مسعود کو ان کے اہل میں دیکھا۔ اور علقمہ نے کہا کہ عبد اللہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ تھے۔ اور عبد اللہ بن یزید سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ ہم حضرت حذیفہ کے پاس آئے تو ہم نے ان سے عرض کیا کہ طور طریقے اور رہنمائی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لوگوں میں جو سب سے زیادہ قریب ہو اس کو بتائیں کہ ہم ان سے لیں اور ان سے سنیں تو انھوں نے جواب دیا کہ چال چلن اور رہنمائی اور درست راستہ پر چلنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ قریب عبد اللہ بن مسعود تھے، یہ کہتے ہوئے ہماری نگاہوں سے اپنے گھر میں داخل ہو کر اوجھل ہو گئے۔ اور ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا کہ جب تک یہ، یعنی ابن مسعود رہیں مجھ سے کچھ مت پوچھو۔

(۳) رجال طحاوی کی شرح:

(۱)......کشف الاستار جلد اول کے شروع میں امام طحاوی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں "وقد حكى هذا القول الذى ذكرناه في بير بضاعة عن الواقدى" اس میں "قد حكى هذا القول" پر حاشیہ تحریر فرماتے ہوئے حضرت واقدی کی ثقاہت اور بستانی کے مجہول ہونے کو ثابت کرتے ہوئے

حضرت طحاوی کی تائید فرمائی ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

(۱۰) قولہ وقد حکی ھذا القول الخ۔

(کشف الاستار، ج: ۱/ص: ۱۸)

ترجمہ:۔ ماتن کا قول "وقد حکی ھذا القول الخ" بحر میں فرمایا کہ اس پر بیہقی نے اعتراض کیا ہے کیوں کہ واقدی کی بیان کردہ متصل اسناد کو حجت نہیں بتایا جاتا ہے چہ جائے کہ اس اسناد کو حجت بنایا جائے جس میں ارسال ہو۔ اس پر حضور صدر الشریعہ قدس سرہ فرماتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ واقدی ایسے ہیں کہ دراوردی، ابوبکر ابن العزل اور ابن الجوزی اور ایک جماعت نے ان کی تعریف کی ہے اور اس بات پر دلیل کہ وہ ماء جاری تھا یہ ہے کہ جب ٹھہرے ہوئے پانی میں لوگوں کی گندگیاں، مردہ لاشیں، کرسف اور بدبودار چیزوں کے ہونے کی وجہ سے اس کا مزہ، بو اور رنگ بدل جاتا ہے تو اجماعی طور پر وہ پانی ناپاک ہوجاتا ہے اور حدیث میں استثنا نہیں ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا پانی جاری تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ امام نووی نے "شرح مہذب" میں ابوداؤد سے یہ بات نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے اپنی چادر کو بیر بضاعہ پر پھیلا کر ہاتھ سے ناپا تو اس کی چوڑائی چھ ہاتھ تھی اور میں نے اس سے پوچھا جس نے میرے لیے باغ کا دروازہ کھولا تھا کہ پہلے جیسے کنواں تھا اس کی تعمیر میں کوئی تغیر ہوا ہے؟ تو اس نے کہا کہ کوئی تغیر نہیں ہوا ہے، انھوں نے کہا میں نے اس میں ماء متغیر کو دیکھا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ امام طحاوی نے جو ذکر کیا وہ اثبات ہے اور ابوداؤد نے بستانی سے جو نقل کیا وہ نفی ہے اور اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے اور بستانی جس نے دروازہ کھولا وہ ان کے نزدیک مجہول شخص ہے اور اس کی حالت بھی نہیں معلوم تو اس کے قول کو حجت کیسے بنایا جاسکتا ہے اور اس لیے بھی قابل حجت نہیں کہ ابوداؤد کا انتقال ۲۷۵ھ نصف شوال میں بصرہ میں ہوا تو ان کے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ کے درمیان کافی فاصلہ ہے اور تغیر کی دلیل غالب ہے۔

(۲)......مس ذکر سے متعلق بحث کرتے ہوئے جہاں امام طحاوی نے فرمایا "فہٰذا حدیث ملازم صحیح مستقیم الاسناد غیر مضطرب فی اسنادہ ولا فی متنہ"۔ اس میں لفظ "صحیح" پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے راویوں کی ثقاہت وصداقت کو بیان کرتے ہوئے صحت حدیث کی بھرپور تائید فرمائی ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

(۳۷) قولہ حدیث ملازم صحیح قال الترمذی وحدیث ملازم بن عمرو عن عبد اللہ بن بدر اصح واحسن فان ملازم بن عمرو و قیس بن طلق صدوقان وعبد اللہ بن بدر ثقۃ وطلق بن علی صحابی فالسند جید قوی، ۱۲۔ (کشف الاستار، ج: ۱/ص: ۱۷۴)

ترجمہ:۔ ماتن کا قول حدیث ملازم صحیح ہے، ترمذی نے کہا کہ ملازم بن عمرو عن عبداللہ بن بدر زیادہ صحیح اور زیادہ حسن ہے، اس لیے کہ ملازم بن عمرو اور قیس بن طلق دونوں صدوق (سچے) ہیں اور عبداللہ بن بدر ثقہ ہیں اور طلق بن علی صحابی ہیں، اس لیے سند بہت عمدہ اور قوی ہے۔

تصحیف کی نشان دہی اور اس کی تصحیح کی مثال:

جلد دوم میں "باب الخفض فی الصلوۃ ھل فیہ تکبیر" کی پہلی حدیث کی سند میں "عن الحسن عن ابن عمران عن ابن عبد الرحمن" ہے، اس میں "عن الحسن عن ابن عمران" پر حاشیہ تحریر فرماتے ہوئے فرماتے ہیں:

(۱) قولہ عن الحسن عن ابن عمران، ھٰذا تصحیف والصواب عن الحسن بن عمران کما فی روایۃ ابی داؤد:

قال ابو داؤد: ابو عبد اللہ العسقلانی، ای الحسن ھذا ھو ابو عبد اللہ ویقال لہ الشامی ایضا کما ھو فی حدیث ابی داؤد عن محمد بن بشار عن ابی داؤد حدثنا شعبۃ عن الحسن بن عمران قال ابن بشار: الشامی، وفی تھذیب التھذیب: الحسن بن عمران ابو عبد اللہ ویقال ابو علی العسقلانی، روی عن سعید بن عبد الرحمن بن ابزی، وقیل عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابزی، لہ عند ابی داؤد حدیث واحد فی تمام التکبیر، اخرجہ من حدیث ابی داؤد الطیالسیعن شعبۃ، قال فیہ: عن ابن عبد الرحمن بن ابزی ولم یسمہ، وسماہ ابو عاصم ویحیی بن حماد، وفی روایتھما عن شعبۃ عبد اللہ وسماہ محمود بن غیلان وغیرہ عن ابی داؤد عن شعبۃ "سعیدا" والحدیث معلل: قال ابو داؤد الطیالسی والبخاری: لا یصح۔ (کشف الاستار، ج: ۲، باب الخفض فی الصلوۃ ھل فیہ تکبیر)

ترجمہ:۔ ماتن کا قول "عن الحسن عن ابن عمران" یہ کتابت کی غلطی ہے اور صحیح "حسن بن عمران" ہے، جیسا کہ ابو داؤد کی روایت میں ہے۔ ابو داؤد نے کہا: ابو عبد اللہ عسقلانی یعنی حسن یہی ابو عبد اللہ ہیں، ان کی شامی بھی کہا جاتا ہے، جیسا کہ ابو داؤد کی حدیث میں "عن محمد بن بشارعن ابی داؤد وحدثنا شعبۃ عن الحسن بن عمران" ہے، ابن بشار نے "الشامی" کہا اور تہذیب التہذیب میں "الحسن بن عمران ابو عبد اللہ" ہے اور کہا جاتا ہے کہ ابو علی عسقلانی نے سعید بن عبد الرحمن بن ابزی سے روایت کی اور کہا گیا ہے کہ عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابزی کی ابو داؤد کے پاس تمام التکبیر (تکبیروں کو مکمل کرنے) کے بارے میں ایک ہی حدیث ہے، جس کی تخریج ابو داؤد والطیالسی عن شعبۃ کی حدیث سے کی ہے، جس میں "عن ابن عبد الرحمن بن ابزی" کہا اور ان کا نام نہیں لیا اور ابو عاصم اور یحییٰ بن حماد نے ان کا نام لیا اور ان دونوں کی روایتوں میں "عن شعبۃ عبد اللہ" ہے اور ان کو محمود بن غیلان وغیرہ نے ابو داؤد عن شعبۃ سے روایت کرتے ہوئے "سعید" کے نام سے موسوم کیا ہے اور حدیث معلول ہے اور ابو داؤد الطیالسی اور بخاری نے "لا یصح" کہا ہے۔

الغرض مختلف اقوال اور روایت سے ثابت کیا کہ صحیح نام "الحسن بن عمران" ہے، ان کو شامی اور ابو عبد اللہ بھی کہا گیا ہے اور ان سے مروی حدیث کو معلول بتایا اور ظاہر ہے کہ اس کے مقابلہ میں جو احادیث غیر معلول اور صحیح ہیں انھیں کو حجت بنایا جائے گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ کشف الاستار کے مطالعہ سے جہاں حضور صدر الشریعہ قدس سرہ کے علم حدیث، اصول حدیث، اسماء الرجال اور فقہ میں بلند مقام کا پتا چلتا ہے، وہیں علم نحو وصرف اور معانی و بیان میں کافی دسترس کا بھی علم ہوتا ہے، زبان وادب کی چاشنی کے ساتھ مافی الضمیر کو عمدہ انداز میں ادا فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں ہم سب کو حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی دینی وملی خدمات جلیلہ سے مستفیض فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ واہل بیتہ اجمعین۔

خاک پائے سادات کرام واولیائے عظام

فقیر رضوان احمد نوری شریفی

خادم: الجامعۃ البرکاتیہ گھوسی ضلع مئو

شب ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ مطابق ۳۰ اپریل ۲۰۲۲ء

☆☆☆

(قسط نمبر ۲)

صحابہ کرام پر رافضیوں کی تہمت اور بدکلامی کا تاریخی جائزہ

شمیم رضا اویسی امجدی۔خادم التدریس:طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

اہلِ تشیع کی اصحاب رسول پر تبرا اور گستاخی کی ایک جھلک:

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ مقدس جماعت ہے، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے لائے ہوئے دین پر نہ صرف ایمان لا کر خود کو دامن اسلام سے وابستہ کیا بلکہ قرآن کو نازل ہوتے ہوئے دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا عملی طور سے مشاہدہ کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دین کو سیکھا، یہی وہ مبارک اور پاکیزہ جماعت ہے جسے اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت اور مصاحبت کے لئے چنا اور منتخب فرمایا، چناں چہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم دین کی بنیاد اور معیارِ ایمان ہیں، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک اور پاکیزہ زندگی کو سمجھنے، پہچاننے اور اس پر عمل کرنے کے لئے اگر کسی کی زندگی معیار ہوسکتی ہے اور یقیناً ہے بھی تو وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک و مقدس جماعت ہے۔

یہی وہ جماعت ہے جس نے براہ راست مشکوٰۃ نبوّت سے استفادہ کیا، چناں چہ جو فیض انہوں نے پایا اور ایمان کی جو کیفیت وحلاوت ان کو حاصل ہوئی، وہ بعد والوں کے لئے میسر آنا ممکن نہیں، اسی وجہ سے اللہ ربّ العزت نے قرآن پاک میں اگر کسی نبی کے ساتھیوں کی مِن حیثُ الجماعت سب کے سب کی تعریف وتقدیس بیان کی ہے تو وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی جماعت،، اس طور پر کہ اللہ ربّ العزت نے صحابۂ کرام کی پوری کی پوری جماعت کو راضی ومرضی اور راشد ومرشد فرمایا ہے، اور یہ بات بھی حقیقت ہیکہ اگر صحابہ کرام کی مقدس جماعت نہ ہوتی تو خدا اور رسول کی معرفت حاصل نہ ہوتی بلکہ خدا کا نام لیوا کوئی نہ ہوتا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔

"اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لم تعبد ابداً"۔

(بخاری)

یعنی اے اللہ اگر یہ جماعت ہلاک کردی گئی تو پھر تیری کبھی بندگی نہ ہوگی!

اہل سنت و جماعت کی تمام کتب عقائد میں یہ اصول اجمالاً وتفصیلاً مذکور ہیکہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے محبت رکھی جائے، ان کے بارے زبان درازی نہ کی جائے، ان میں سے کسی کی توہین وتنقیص نہ کی جائے، ان کے عیوب تلاش نہ کیئے جائیں، بھلائی کے سوا ان کا ذکر نہ کیا جائے، ان کے باہمی فضائل و مراتب کا لحاظ رکھا جائے، خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو علی الترتیب افضل سمجھا

جائے، پھر عشرہ مبشرہ کو پھر اہل بدر کو پھر اہل حدیبیہ کو وعلی ہذا۔

لیکن اہلسنّت کے برعکس اہل تشیع کے مذہب کی بنیاد ہی بغض صحابہ پر قائم ہے، پہلے گزر چکا کہ عبد اللہ بن سبا نے "وصایتِ علی" کا عقیدہ ایجاد کر کے طعنِ صحابہ کا دروازہ کھولا اور اہل تشیع نے ابن سبا کی اس تلقین کو پلے باندھ لیا کہ نبی پاک علیہ السلام کے بعد امت کے امام برحق حضرت علی تھے جن کو نبی پاک علیہ السلام نے اپنی جانشینی کے لیئے نامزد فرمایا تھا، لیکن صحابہ نے نص نبوی سے انحراف کرتے ہوئے حضرت ابوبکر کو خلیفۂ بلافصل بنا لیا اور حضرت علی کو چوتھے نمبر پر ڈال دیا اس لیئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال ظاہری فرماتے ہی تین چار کے سوا باقی تمام صحابہ (نعوذ باللہ) مرتد ہو گئے تھے، اہل تشیع کے یہ نظریات ان کی مستند کتابوں میں موجود ہیں اور زبان زد خاص وعام ہیں یہاں چند روایتیں نقل کی جاتی ہیں:

"حنان عن ابی، عن ابی جعفر قال کان الناس اهل ردة بعد النبي إلا ثلث، فقلت و من الثلاث، فقال، المقداد ابن الأسود و ابوذر الغفاری و سلمان الفارسي (روضه کافی جلد:۸ ص:۲٤٥)

حنان بن سدیر اپنے والد سے نقل کرتا ہے کہ امام باقر فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے بعد تین آدمیوں کے سوا باقی سب مرتد ہو گئے تھے، میں نے پوچھا وہ تین کون تھے؟ فرمایا وہ تین آدمی یہ تھے، مقداد ابن اسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی۔

حدثنا محمد بن یحییٰ عن احمد بن محمد بن عیسی، عن الحسین بن سعید، عن علی ابن النعمان، عن عبد الله بن مسکان، عن عبد الرحیم القصیر قال، قلت لابی جعفر، ان الناس یفزعون إذا قلنا، ان الناس ارتدوا، فقال یا عبد الرحیم! ان الناس عادوا بعد ما قبض رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اهل جاهلية (روضه کافی جلد:۸ ص:۲۹٦)۔

عبد الرحیم قیصر کہتا ہے کہ میں نے امام باقر سے کہا کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ لوگ مرتد ہو گئے تھے تو یہ سن کر لوگ گھبرا جاتے ہیں، امام نے فرمایا کہ اے عبد الرحیم! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد لوگ جاہلیت کی طرف پلٹ گئے تھے۔

"عن حمید بن زیاد، عن الحسن بن محمد الکندی، عن غیر واحد من اصحاب، عن ابان بن عثمان، عن ابی جعفر الاحول، والفضیل بن یسار، عن زکریا النقاض، عن ابی جعفر قال سمعت، یقول: الناس صاروا بعد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بمنزلة من اتبع هارون ومن اتبع العجل" (روضه کافی)۔

"زکریا نقاض کہتا ہے کہ میں نے امام باقر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کی دو قسمیں ہو گئی تھیں، ان میں کچھ تو وہ تھے جو ان لوگوں کے مثل تھے جنہوں نے ھارون علیہ السلام کی پیروی کی اور کچھ وہ تھے جنہوں نے گوسالہ پرستی کی۔

(مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (نعوذ باللہ) سامری کا گوسالہ تھے اور جن حضرات نے ان سے بیعت کی وہ گوسالہ پرست تھے)

عن حمران قال قلت لابی جعفر ماقلنا؟ لو اجتمعنا علی شاة ما افنیناها، قال فقال ألا أخبر، باعجب من ذالک؟ قال فقلت بلی: قال: المهاجرون و الأنصار ذهبوا إلا (وأشار بیده) ثلث (رجال کشی: ص:۷)

’’حمران کہتا ہے میں نے امام باقر سے کہا کہ ہماری تعداد کتنی تھوڑی ہے؟ اگر ایک بکری پر جمع ہو جائیں تو اسے بھی ختم نہیں کر پائیں گے، امام نے فرمایا میں تجھے اس سے بھی عجیب بات بتاؤں؟ میں نے کہا ضرور! فرمایا، مہاجرین و انصار تین کے سوا سب چلے گئے۔

دسویں صدی ہجری کا مشہور شیعہ عالم دین علامہ باقر مجلسی جو صفویہ دور حکومت کے بااثر شیعہ علماء میں شمار ہوتا تھا اس نے اپنی مشہورِ زمانہ کتاب حق الیقین کے اندر جابجا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اس کتاب سے چند اقتباسات نذر قارئین کیئے جاتے ہیں، جنہیں پڑھ کر آپ کو محسوس ہوگا کہ روافض کس قدر اللہ و رسول کے دشمن ہیں اور صحابہ کرام سے ان کے بغض و کینہ کا معیار کیا ہے۔

ابوبکر و عمر دونوں کافر ہیں:

’’آزاد کردہ حضرتِ علی ابن حسین علیہ السلام از آنحضرت پرسید کہ مرا بر تو حقِ خدمت است مرا خبر دہ از حال ابوبکر و عمر حضرت فرمود ہر دو کافر بودند (حق الیقین ص:۵۴۲)

یعنی حضرتِ علی بن حسین سے ان کے آزاد کردہ غلام نے دریافت کیا کہ مجھے ابوبکر و عمر کے حال سے آگاہ فرمائیں، حضرت نے فرمایا دونوں کافر تھے۔

ابوبکر و عمر فرعون و ہامان ہیں:

’’مفصل پرسید کہ مراد از فرعون و ہامان دریں آیۃ چیست؟ حضرت فرمود کہ مراد ابوبکر و عمر اس (حق الیقین ص ۳۷۸)

یعنی مفصل نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں فرعون و ہامان سے کون مراد ہیں؟ حضرت نے فرمایا ابوبکر و عمر۔

ابوبکر و عمر، عثمان و معاویہ جہنم کے صندوق میں:

’’امام جعفر سے منقول ہے کہ جہنم میں ایک کنواں ہے کہ اہلِ جہنم اسی کنویں کے عذاب کی شدت سے پناہ مانگتے ہیں اور پھر اس کنویں میں آگ کا ایک صندوق ہے جس کی شدت و حرارت کے عذاب سے اس کنویں والے پناہ مانگتے ہیں اس کنویں میں چھ آدمی پہلی امتوں کے، حضرت آدم کا بیٹا قابیل جس نے ہابیل کو قتل کیا تھا، نمرود، فرعون اور بنی اسرائیل کو گمراہ کرنے والا سامری ہوگا اور چھ آدمی اس امت سے ہوں گے ابوبکر، عمر، عثمان، معاویہ، خوارج کا سربراہ اور ابن ملجم" (حق الیقین)

ابوبکر و عمر شیطان سے زیادہ شقی ہیں:

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ امیر المومنین حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک دن میں کوفہ سے باہر نکلا تو اچانک شیطان سے ملاقات ہوگئی، میں نے شیطان سے کہا کہ تو عجب گمراہ شقی ہے، تو شیطان نے کہا امیر المومنین آپ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ خدا کی قسم میں نے آپ والی بات خدا تعالیٰ کے سامنے جبکہ ہمارے درمیان کوئی تیسرا نہ تھا نقل کی تھی کہ الٰہی! میں گمان کرتا ہوں کہ تو نے مجھ سے زیادہ شقی تر پیدا نہیں کیا، خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں، میں نے تجھ سے زیادہ شقی تر مخلوق پیدا کی ہے، جاؤ جہنم کے خازن سے میرا سلام کہو اور اسے کہو کہ مجھے ان کی صورت اور جگہ دکھاؤ، میں نے اس سے کہا تو خازن جہنم مجھے لے کر اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم، اور ششم وادی جہنم سے ہوتا ہوا ساتویں جہنم کی وادی میں پہونچا، وہاں کیا دیکھا کہ دو شخص ہیں کہ ان کی گردن میں آگ کی زنجیریں ڈالی ہوئی ہیں اور انہیں اوپر کی طرف کھینچا جاتا ہے اور اوپر ایک گروہ کھڑا ہوا ہے جن کے ہاتھ میں آگ کے گرز ہیں وہ ان دو کے سر پہ مارتے ہیں، میں نے مالک جہنم

سے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو اس نے کہا کہ ساق عرش پر لکھا ہوا نہیں دیکھا کہ یہ ابوبکر و عمر ہیں۔ (حق الیقین: ص:۵۲۹)

حضور پر قاتلانہ حملہ کرنے والے چودہ منافق:

چودہ منافقین جن میں سے نو قریش سے ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن جراح، معاویہ بن ابی سفیان، عمرو بن عاص، اور پانچ دوسرے، ابوموسیٰ اشعری، مغیرہ بن شعبہ، اوس بن حدثان، ابوہریرہ، ابوطلحہ انہوں نے رات کی تاریکی میں حضور پر حملہ کرنا چاہا تھا مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ (حق الیقین: ص:۱۱۳)

چار بتوں سے بیزاری:

چار بتوں ابوبکر، عمر، عثمان، معاویہ، اور چار عورتوں عائشہ، حفصہ، ہندہ، ام الحکم سے بیزاری چاہنا ہمارا عقیدہ ہے۔ (حق الیقین: ص۵۳۹)

ابوبکر و عمر کو سولی پر لٹکایا جائے گا:

امام جعفر صادق امام مہدی (یعنی امام غائب) کے دوبارہ آنے کی تفصیلات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، جب وہ مدینہ میں وارد ہوں گے تو ان سے ایک عجیب امر ظہور پذیر ہوگا وہ یہ کہ حضرت ابوبکر و عمر کی نعشوں کو قبروں سے باہر نکال کر ان کے جسم سے کفن کو اتار کر انہیں درخت پر لٹکا کر سولی دی جائے گی، پھر ان دونوں ملعونوں (نعوذ باللہ من ذالک) کو اتار کر بقدرت الٰہی زندہ کیا جائے گا اور پھر ان کو سولی پر لٹکایا جائے گا اور امام مہدی کے حکم سے زمین سے آگ ظاہر ہو کر انہیں جلا کر راکھ کر دے گی، آپ کے شاگرد مفصل نے دریافت کیا، اے میرے سردار کیا یہ آخری عذاب ہوگا؟ حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ ایک دن، رات میں ان کو ہزار مرتبہ سولی پر لٹکایا جائے گا اور زندہ کیا جائے گا" (حق الیقین: ص:۳۴۷/ ۴۶/ ۴۵)

سید روح اللہ موسوی خمینی المعروف امام خمینی ایران کا مشہور اسلامی مذہبی رہنما اور اسلامی جمہوریہ ایران کا بانی تھا جس کی پیدائش 24 ستمبر 1902ء کو خمین میں ہوئی، اس شخص نے اپنی متعدد کتابوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں نازیبا کلمات لکھے ہیں، چند حوالہ جات نقل کیے جاتے ہیں۔

اپنی مشہور زمانہ کتاب کشف الاسرار میں حضرت سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر طنز کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اگر بالفرض قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کے لیئے امام کا (یعنی حضرت علی کا) نام بھی ذکر کر دیا جاتا تو کہاں سے سمجھ لیا گیا کہ اس کے بعد امامت و خلافت کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف نہ ہوتا، جن لوگوں نے حکومت و ریاست کی طمع ہی میں برسہا برس سے اپنے کو دین پیغمبر یعنی اسلام سے وابستہ کر رکھا تھا اور جپکا رکھا تھا جو اسی مقصد کے لیئے سازش اور پارٹی بندی کرتے رہے تھے، ان سے ممکن نہیں تھا کہ قرآن کے فرمان کو تسلیم کر کے اپنے مقصد اور اپنے منصوبے سے دست بردار ہو جاتے جس حیلے اور جس پینترے سے بھی ان کا مقصد (یعنی حکومت و اقتدار) حاصل ہوتا وہ اس کو استعمال کرتے اور بہر قیمت اپنا منصوبہ پورا کرتے'' (کشف الاسرار: ص:۱۱۳/ ۱۴)

خمینی مخافتہائے ابوبکر بانص قرآن کا باب قائم کر کے لکھتا ہے:

''اگر آپ کہیں کہ قرآن میں اگر صراحت کے ساتھ حضرت علی کی امامت و ولایت کا ذکر کر دیا جاتا تو شیخین (ابوبکر و عمر) اس کے خلاف نہیں کر سکتے تھے اور اگر وہ بالفرض اس کے خلاف کرنا چاہتے تو عام مسلمان قرآن کے

خلاف ان کی اس بات کو قبول نہ کرتے اور نہ ان کی بات چل سکتی (خمینی اس کے جواب میں لکھتا ہے) یہ خیال اور خوش گمانی غلط ہے ہم اس کی چند مثالیں یہاں پیش کرتے ہیں کہ ابوبکر نے اور اسی طرح عمر قرآن کے صریح احکام کے خلاف کام اور فیصلے کیئے اور عام مسلمانوں نے ان کو قبول بھی کر لیا کسی نے مخالفت نہیں کی'' (کشف الاسرار:ص:۱۱۵)

خمینی نے صفحہ ۱۱۷ پر مخالفت عمر با قرآن خدا کا باب قائم کر کے آخر میں حدیث قرطاس کا ذکر کیا ہے اور اس سلسلہ کلام میں فاروق اعظم کی شان میں اس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

ایں کلام یاوہ کہ از اصل کفر و زندقہ ظاہر شدہ مخالف است بآیاتے از قرآن کریم۔

''اس جملہ میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صراحتاً کافر و زندیق قرار دیا گیا ہے''۔

حضرت سیدنا عثمان غنی اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں لکھتا ہے:

ہم ایسے خدا کی پرستش کرتے اور اس کو مانتے ہیں جس کے سارے کام عقل و حکمت کے مطابق ہوں، ایسے خدا کو نہیں مانتے جو خدا پرستی اور عدالت و دینداری کی ایک عالی شان عمارت تیار کرائے اور خود اس کی بربادی کی کوشش کرے کہ یزید و معاویہ اور عثمان جیسے ظالموں بدقماشوں کو امارت اور حکومت سپرد کر دے" (نعوذ باللہ من ذالک) (کشف الاسرار:ص:۱۰۷)

محترم قارئین! مذکورہ بالا عبارتوں سے آپ نے بخوبی جان لیا کہ اہل تشیع کس طرح اجلہ و بزرگ صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں اور طعن و تشنیع سے کام لیتے ہیں اور کمال کی بات تو یہ ہے کہ اپنے مطلب کی بات کے لئے یہ خود ساختہ دلیلیں بھی پیش کرتے ہیں جبکہ اہل سنت و جماعت کا صحابہ کے تعلق سے یہ مسلک ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں، اور ان کی عظمت و مقام کو بتانے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک حدیث مبارکہ کافی و شافی ہے جو بخاری (3397) و مسلم (4611) میں ہے، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لاَ تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلاَ نَصِيفَهُ''....

''میرے صحابہ کو گالیاں نہ دو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تب بھی وہ کسی ایک صحابی کی جانب سے خرچ کئے گئے ایک مد یا آدھا مد کے ثواب کو بھی نہیں پہنچ سکتا''۔

ایک طرف صحابہ کی عظمت کے تعلق سے زبان رسالت سے یہ فرمان نکلتا ہے تو دوسری طرف یہ شیعہ حضرات انہی صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں، برا بھلا کہتے ہیں، انہیں کافر و مرتد قرار دیتے ہیں اور انہیں قرآن میں تحریف کرنے والا سمجھتے ہیں، انہیں غاصب و خائن جیسے القاب سے پکارتے ہیں، ان کے بارے میں طرح طرح کی خرافاتی روایات اپنے ائمہ کی طرف منسوب کر کے بیان کرتے ہیں...... خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ یہ قوم یہودیوں کے نقش قدم پر مکمل طور سے چل رہی ہے بلکہ ان سے بھی دو چار قدم آگے ہے، دعا ہیکہ رب قدیر اس مذموم فرقے سے اہل سنت و جماعت کی حفاظت و معاونت فرمائے اور دونوں جہان میں ان کو ذلیل و خوار کرے۔(آمین)

□□□

انسانی زندگی پر موبائل فون کے مضر اثرات

ابوالاختر مفتی مشتاق احمد امجدی
ازہری دارالافتا، ناسک

یہ بات چھوٹے بڑے ہر کسی پر روز روشن کی طرح ظاہر وعیاں ہے کہ اسمارٹ فون اس زمانے کی جدید ٹیکنالوجی کی پیداوار میں سے ایک ہے نیز اس کی افادیت اور اہمیت سے بھی کسی کو انکار نہیں ہوسکتا بلکہ اس کی افادیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ موبائل فون کی ایجاد نے انسانی زندگی کا رخ ہی بدل دیا ہے، جب موبائل فون کا ایجاد ہوا تب یہ نو ایجاد فون اتنا بڑا اور وزنی تھا کہ اسے ہاتھ میں لے کر اِدھر اُدھر جانا مشکل تھا نیز ہر جگہ اس کا نیٹ ورک نہیں پکڑتا تھا بلکہ اسے دوکان یا مکان میں کسی خاص جگہ رکھنا پڑتا اور اسے جہاں متعین کیا جاتا بات کرنے والے کو اسی جگہ جانا پڑتا اور یہ سامان اتنی بیش قیمت کہ صرف امرا اور مالداروں اور رئیس وزمینداروں کے پاس ہی ہوتا تھا اور عام شہری کی دسترس سے قطعاً باہر ہوتا تھا یہی وجہ تھی کہ شروع زمانے میں ایک محلہ میں کسی ایک کے پاس ہوتا اور پورا محلہ اسی سے اپنے متعلقین سے بات چیت کیا کرتے تھے۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے موبائل فون انسانی زندگی پر مسلط ہوگیا اور اب تو انسانی زندگی پر ایسا راج کرنے لگا ہے کہ تاجر سے مزدور تک اور امیر سے لے کر غریب تک ہر چھوٹے بڑے کے پاس ایک سے بڑھ کر ایک قیمتی اور اسپیشل موبائل فون موجود ہیں، کاروباری سرگرمیاں ہوں یا عزیز واقارب سے رابطے موبائل فون کے بغیر اس کا کوئی تصور ہی نہیں حتی کہ اس کے بغیر انسان خود کو ادھورا اور بے چین محسوس کرنے لگا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اس زمانے میں موبائل فون کے استعمال کا رجحان اس قدر زور پکڑ چکا ہے کہ دنیا میں انسانوں کی تعداد کم اور موبائل کی تعداد کئی گنا بڑھ رہی ہے۔

یہ بھی ایک مسلم الثبوت اور نا قابل انکار حقیقت ہے کہ کوئی چیز اچھی یا بری نہیں ہوتی بلکہ اس کا استعمال اسے اچھی یا بری بنادیتا ہے، موبائل فون کو بھی اس زاویہ سے دیکھا جائے تو بخوبی معلوم ہوگا کہ موبائل فون کی ایجاد نے تو عام انسانی زندگی اور اس کے معمولات کو آسان بنادیا اور کئی طرح کی آسانیاں پیدا کردی گویا یہ انسانی ضرورت کی تکمیل کرنے والی چیز تھی مگر اس کے غیر ضروری استعمال نے آج ہمیں سخت دشواریوں، طرح طرح کی بے چینیوں اور بے پناہ اخلاقی اور سماجی پستیوں میں ڈھکیل دیا ہے۔

موبائل فون کے بے جا اور غلط استعمال کے نقصانات انسانوں کی نہ صرف کسی خاص نوع مثلاً مرد یا عورت، بچے یا بوڑھے، جوان یا بزرگ یا انسانی زندگی کے کسی خاص شعبہ سے متعلق نہیں بلکہ جملہ نوع انسان کے تمام افراد اور ہماری زندگی کے تمام شعبہ جات اس کی لپیٹ وچپیٹ میں ہیں جس کے نقصانات حد وشمار سے باہر ہیں۔

آج ہمارے معاشرہ میں چھوٹے بڑوں کا ادب واحترام اور شفقت وملائمت، فحاشی وعیاشی اور رشتوں کی ناقدری خصوصاً نسل نو میں بے حیائی اور عریانی اور اخلاقی تباہی وبربادی میں جو غیر معمولی حد تک اضافہ دیکھا جارہا ہے یہ بھی اسی نو ایجاد اسمارٹ فون

اور انٹرنیٹ کے بے جا اور غلط استعمال کا ہی نتیجہ ہے، خاص طور پر ہماری بیٹیوں میں جو شرم وحیا کا فقدان، بے حیائی وبے پردگی اور عریانیت وفحاشی عام سے عام تر ہوتی جارہی ہے اس کی ایک بنیادی وجہ موبائل فون کا غیر ضروری استعمال ہے ورنہ آج سے ایک دودہائی پہلے جب اس کا استعمال کافی حد تک بقدر ضرورت اور محتاط طریقہ پر ہو رہا تھا تب ہماری بیٹیاں موبائل فون کے مذکورہ نقصانات سے کافی حد تک دور تھیں اور وہ عفت وپاک دامنی، شرم وحیا اور اخلاق وکردار کی پیکر تھیں مگر جیسے جیسے اس کے استعمال میں بے احتیاطی شروع ہوئی اس کے نقصانات بھی شروع ہو گئے اور اب عالم یہ ہے کہ ہر گھر فحاشی وعیاشی کا اڈہ بنا ہوا ہے، عفت مآب کنواری لڑکیوں سے شرم وحیا کا زیور اتر چکا ہے، محرم وغیر محرم میں فرق وتمیز عنقا ہوتا جارہا ہے جس کے منفی اثرات آئے دن دیکھے جارہے ہیں۔

اس حوالے سے ماضی اور حال کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ پہلے گھروں میں Landline یا telephone ہوا کرتا تھا، باشعور اور باغیرت گھروں میں جوان عورتوں بالخصوص کنواری بیٹیوں کو تاکید کی جاتی تھی کہ فون آنے پر خود فون نہ اٹھائیں بلکہ گھر میں موجود بڑی عمر کی خواتین جیسے والدہ یا دادی وغیرہ کو دے دیں نیز ضرورت پڑنے پر جوان بچیاں اپنے والدین سے پوچھ کر اپنی کسی خاص سہیلی کو فون نمبر دیا کرتی تھیں جس پر کسی کو کوئی تردد نہیں ہوتا تھا مگر اس وقت کا حال معلوم کرنا چاہیں تو کچھ عرض کرنے یا لکھنے کی قطعی حاجت نہیں کہ سب کچھ عیاں ہے اور عیاں راچہ بیاں، یقیناً اسمارٹ فون کے حوالے سے ماضی اور حال میں بہت واضح اور نمایاں فرق ہے مثلاً

□ پہلے گھروں میں ایک فون ہوا کرتا تھا اور اب ایک گھر میں جتنے ممبر اتنے فون۔

□ پہلے فون آنے پر ہر کوئی فون نہیں اٹھا سکتا تھا مگر اب تو ہر کسی کے پاس جدا فون آیا کرتا ہے۔

□ پہلے کنواری لڑکیوں کو تنہائی میں بات کرنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی اور اب فون پر بات کرنے سے روکنا تنگ نظری اور دقیانوسی خیال تصور کیا جاتا ہے۔

□ پہلے بچیاں والدین کو پوچھ کر کسی سہیلی کو نمبر دیتی تھیں اور اب کسی سے پوچھنا اپنی آزادخیالی کے سراسر خلاف تصور کیا جاتا ہے۔

□ ہماری بچیوں میں پیدا شدہ اس بڑے بدلاؤ کا شرعی حل یہ ہوسکتا ہے کہ گھر کی بچیوں کو شروع سے ہی اسمارٹ فون سے دور رکھیں وقت ضرورت سادہ فون دیں اور کڑی نگرانی رکھیں، وقتاً فوقتاً موبائل میں محفوظ نمبرات کی جانچ کریں اور تاکید کریں کہ اگر کسی سے بات چیت کرنی ہو تو گھر والوں کی موجودگی میں بات کریں، تنہائی میں ہرگز بات کرنے کی اجازت نہ دی جائے، یاد رکھیں یہ ہمارا اخلاقی فریضہ بھی ہے اور دینی وشرعی ذمہ داری بھی جو خود ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر گھر کے مردوں کو عطا فرمائی ہے چناں چہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته“ یعنی تم میں سے ہر کوئی نگراں ونگہبان ہے اور ہر کسی سے اپنی نگرانی کے متعلق سوال ہونا ہے۔

[صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القریٰ والمدن، ج:۱، ص ۱۲۲:]

اور جو ذمہ دار اپنی ذمہ داری میں کوتاہی کرے اور اس کی رعیت میں اس کے ماتحت گناہ وفسق میں مبتلا ہوں اور یہ حسب

طاقت وقدرت منع نہ کرے شرعاً ایسا نگراں وسرپرست ''دیوث'' اورسخت سزا ووعید کا مستحق ہے، چناں چہ حضرت سالم بن عبداللہ سے مروی ہے وہ اپنے باپ عبداللہ سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم ثلاثة لا ینظر اللہ عزّ وجلّ إلیهم یوم القیامة :العاقّ لوالدیه، والمرأة المترجّلة، والدّیوث(۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین لوگوں کی طرف قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظر نہیں فرمائے گا (۱)ماں باپ کا نافرمان(۲)مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورت(۳)دیوث۔

[سنن نسائی، کتاب الزکوۃ، باب المنان بما اعطی، ج:۱،ص ۲۷۵:]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

" ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال:ثلاثة قد حرم اللہ علیهم الجنة مدمن الخمر، والعاق والدیوث الذی یقری فی اهله الخبث"۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:" تین آدمی ایسے ہیں۔جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کردیا ہے۔ (۱)دائمی شرابی،(۲)ماں باپ کا نافرمان،(۳)اور" دیوث" یعنی جو اپنے بیوی بچوں میں بے حیائی برداشت کرتا ہے"

[مشکوۃ المصابیح، کتاب الحدود، باب بیان الخمر ووعید شار بھا،ص ۳۱۸:]

شیر خوار بچوں پر فون کے مضر اثرات

اکیسویں صدی کے مواصلاتی نظام نے جہاں اپنے فوائد کا لوہا منوالیا ہے وہیں کم سن بچوں پر اخلاقی وذہنی تخریب کاری میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، یہ اس صدی کا سب سے بڑا اخلاقی خسارا ہے۔نظر اٹھائیے تو آپ کو چہار جانب اس وبا کے ضرر رساں آثار دکھائی دیں گے اور یہ معلوم ہوگا کہ گزشتہ چند سالوں سے اب تک اسمارٹ فون نسلِ نو کے ذہن ودماغ پر اِس قدر حاوی ہے کہ نئی نسل کا بچہ بچہ اس کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے، ایسے میں نسلِ نو کو شرمندۂ خطا ٹھہرانا بھی درست نہیں کہ اُن کا میلان خیر وشر کی جانب والدین سے اچھی اور بری تربیت کے حصول پر منحصر ہے اگر والدین عملی میدان میں اپنی اولاد کی بہترین نگہ داشت کریں تو گوہر مقصود سے بازیاب ہوجائیں۔حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ہادیانہ ارشادات رہنمائے حیات ہیں، آپ ارشاد فرماتے ہیں: ما نحل والد افضل من ادب حسن یعنی کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھے آداب سکھادے[مشکوۃ المصابیح، باب الشفقۃ والرحمہ]

مگر افسوس کہ والدین میں بیشتر ایسے مربیان ہیں جو اولاد کے تربیتی آداب ورموز سے آشنا نہیں چہ جائیکہ وہ انہیں جامہ عمل سے آراستہ کریں اور اولاد کی بہترین تربیت کرسکیں، یقینا آج نت نئے ایجادات کے دور میں کم سن بچوں کی ایک بہت بڑی تعداد فون کی عادی بنتی جارہی ہے ایسی سینکڑوں مثالیں عالم مشاہدہ میں پیش نظر ہیں کہ والدین نے اپنی عدم توجہی کی بنا پر بچپن ہی سے ہاتھ میں فون تھما دیا جس کے سنگین نتائج سامنے آئے۔شروع اس کی سنگینی کا احساس نہیں ہوتا مگر بڑھتی عمر میں اولاد کی بے راہ روی دیکھ کر جس وقت والدین کی آنکھیں کھلتی ہیں اس وقت پانی سر سے گذر چکا ہوتا ہے۔ اور پھر ان بگڑتے ماحول اور ایسے اخلاقی جرائم میں مبتلا ہونے والے اطبا، حکما اور عاملین کے پاس جاجا کر اپنی اولاد کے گلے شکوے اور علاج کی تدبیری راہیں تلاش کرنے لگتے ہیں اور آخر تھک ہار کر کف افسوس ملتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یاد رہے یہ وبا کسی خاص شہر یا مخصوص قصبہ یا معین ضلع یا ریاست کا نہیں ہے بلکہ یہ

ایک عالمی بیماری ہے، اس پھیلتی وبا کا واحد حل شرعی تقاضوں کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ہے تاکہ والدین اپنی اولاد کی اعلی سطحی اور مزاج شریعت کے موافق سودمندانہ تربیت کر کے انہیں حسن اخلاق کا مجسمہ بنائیں اور بچپن ہی سے انہیں موبائل فون سے دور رکھ کر طبی ذہنی نقصانات سے بچائیں۔

جوانوں پر فون کے سحر انگیز اثرات

تعمیری پہلو کے علاوہ موبائل فون تباہی کا بھی باعث ہے، اس فون نے سب سے زیادہ جس انسانی طبقہ کو متاثر کیا اور اپنے زیر اثر لیا وہ طبقہ نوجوانوں کا ہے خواہ نوجوان لڑکا ہو یا لڑکی، جی ہاں اس فون نے جہاں کم سن بچوں کو فون کا عادی بنایا وہیں اس فون نے نوجوان نسلوں میں نسوانی حلقہ سے شرم و حیا کا زیور اتار دیا اور مسلمان لڑکیوں کی عفت و پاکدامنی کا جنازہ نکال دیا اور نسل نو میں جوان لڑکے مکمل طور پر موبائل فون کے منفی اثرات میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اسمارٹ فون کے بے جا استعمالات نے نئی نسل کو تہذیبِ سلف سے اس قدر نا آشنا کر دیا کہ نہ دینِ متین کی طرف رغبت باقی رہی نہ ہی اس کے لیے تگ و تاز کی فکر، اور صرف یہی نہیں بلکہ موبائل فون کے بے جا استعمال نے نوجوانوں میں بے حیائی کے خطرناک وائرس کو جنم لیا ہے جو دن بدن ان کے ذہنی اخلاقی کردار کو نہ صرف متاثر کر رہا ہے بلکہ ارتقائی توانائیوں کو تباہ و برباد کر رہا ہے۔ یہ وہی نوجوان ہیں جن کے اگلوں کی تاریخ دیکھی جائے تو کہیں اُن کی زندگی کے اوراق دینِ حق کی پیروی کا خطبہ پڑھتے نظر آئیں گے تو کہیں ان کی بے لوث کارگزاریوں کے نغمے سناتے دکھائی دیں گے، ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں:

قوم را سرمایہ ای صاحبِ نظر
نیست از نقد و قماش سیم و زر
مال او فرزندہائے تندرست
تر دماغ و سخت کوش و چاق و چُست

ترجمہ:۔ اے صاحبِ نظر نقدی، لباس اور چاندی سونا قوم کا سرمایہ نہیں۔ اس قوم کی دولت تندرست بیٹے ہیں جن کے دماغ روشن ہوں اور وہ محنتی اور چاق و چوبند ہوں۔

بلا شبہ اسمارٹ فون کے بے جا استعمال نے ہر چھوٹے بڑے اور مرد و زن سب کو یکساں متاثر کیا ہے جس کی تلافی کی صورت محض شریعت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونا ہے اس کے بغیر فون کے اس وبائی فتنہ کے اثرات سے چھٹکارا پا لینا خام خیالی کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

اسمارٹ فون سے ارتداد تک سفر

نظر شرع میں مرتد کا حکم کافر اصلی سے سخت تر ہے اس سے فعل ارتداد کی خباثت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے مگر پچھلے کچھ سالوں سے نوجوان لڑکیاں ایک بڑی تعداد میں دامن اسلام سے نکل کر اس شدید ترین خباثت کا شکار ہو رہی ہیں، اس حساس اور نازک مسئلہ کے اسباب و علل پر پس منظر سے پیش منظر تک طائرانہ نظر ڈالیں تو کئی وجوہات سامنے نکل کر آشکارہ ہوں گی مگر ان میں جہاں آزاد خیالی، والدین کی عدم توجہی اور مخلوط تعلیمی نظام محرک ہیں وہیں بے باک ہو کر اسمارٹ فون کا آزادانہ اور بے جا استعمال بھی فتنہ ارتداد کی ایک بڑی وجہ ہے اسی وجہ سے ایسی مسلم لڑکیاں جن کا کالج سے کوئی واسطہ نہیں وہ بھی اس فتنہ کا شکار نظر آ رہی ہیں جس کی ایک وجہ ٹیلی گرام، فیس بک، یوٹیوب، انسٹا گرام جیسے مشہور مواصلاتی ایپلیکیشنز ہیں جو نہ صرف بے حیائی پیدا کرتی ہیں، بسا اوقات ایمان کے فساد کا بھی سبب بن جاتی ہیں۔ ان پلیٹ فارمز پر منظم طریقے سے جہاں بے حیائی کو فروغ دیا جاتا ہے وہیں فتنہ ارتداد کے جال بھی بنے جاتے ہیں لہذا اہم پر ضروری ہے کہ ہم اپنے ارد گرد معاشرتی عائلی تخریب کاری کی سرکوبی کے لیے ہر دم کوشاں رہیں اور مصلحانہ و موثر کردار ادا کریں تاکہ

ہر چھوٹا اور بڑا اس کے نقصانات اور مضر اثرات سے خود کو بچا سکے اور اوروں کو بھی بچانے میں کامیابی حاصل کرے۔

اسمارٹ فون اور نسل نو میں ضیاع وقت کا بڑھتا رجحان

وقت انسانی زندگی کا سب سے زیادہ قیمتی اثاثہ ہے۔ کوئی شی اس کا بدل نہیں ہوسکتی۔ اس ترقی یافتہ دور جدید میں ہر فرد وقت کی کمی وتنگی کی شکایت کرتا ہوا نظر آتا ہے اور وقت کا دانش مندانہ استعمال کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ وقت کی اہمیت پر قرآنی نصوص احادیث نبویہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور معمولات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ناطق وشاہد ہیں۔

ہمارے معاشرتی ماحول میں ایک طرف جہاں وقت کے قدردان ایک بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں وہیں دوسری طرف وہ طبقہ بھی ہے جو صبح وشام ضیاع وقت کے خسارے سے دو چار ہے۔ جس کی اصل جڑ وبنیاد اسمارٹ فون کے استعمال میں بے راہ روی ہے۔ اس بات میں شک وریب کی گنجائش نہیں کہ جو وقت گزر جاتا ہے وہ پلٹ کر نہیں آتا، ایسے میں اسمارٹ فون کے نشہ نے جو وقت کا زیاں کیا ہے اس کی بھرپائی کیسے ممکن ہے؟ لہذا ضروری ہے کہ وقت کی افادیت و اہمیت کو سمجھ کر فون کی زیاں کاریوں سے چھٹکارا پائیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب مزاج شریعت کو سمجھ کر اس کے مطابق زندگی گزارنے کا عزم وحوصلہ ہو۔

اسمارٹ فون کا ازدواجی زندگی پر اثر

ازدواجی تعلقات ہو یا عائلی ومعاشرتی رشتہ فون کی زیاں کاریوں نے سب پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں جس کی وجہ سے آپسی اپنائیت ورواداری کی حساسیت مردہ ہوتی جارہی ہیں، دن بدن احساسات فون تک محدود ہوتے جارہے ہیں۔

ازدواجی بندھن محبت کا حسین سنگم ہے مگر یہ حسین رشتہ بھی موبائل فون کی نظر بد کا شکار ہو چکا ہے۔ نہ وہ پاس ادب رہا نہ وہ زندگی کی خوشیاں رہیں، ہر طرف افراتفری کا ماحول ہے۔ کبھی وہ بیوی جسے صحابیات کے حسین وجمیل کردار کے زیور عمل سے آراستہ کرنا تھا وہی فون کے نشے میں مخمور نظر آتی ہے، اور بسا اوقات رفتہ رفتہ ہی سہی مگر مواصلاتی تکنیکی نظام میں عشق بازی کی روداد لکھی جارہی ہوتی ہے اور نتیجۃً اپنے شوہر سے مطالبۂ خلع تک بات پہنچ جاتی ہے، یہی حال غافل شوہروں کا بھی ہے جو فون میں بے جا مشغولیت رکھتے ہیں نہ زوجہ کی دلجوئی کی فکر، نہ والدین کی خدمت کا شعور اور نہ بھائی بہنوں کی خیریت پوچھنے کا وقت، سب کچھ موبائل فون کے سپرد کر کے ایک نئی دنیا سے وابستگی اختیار کرتا ہے اور ایسے روابط قائم کرتا ہے جن کی دوستی و یاری محض فون تک محدود ہوتی ہے خارج میں اس کا کوئی تصور نہیں ہوتا غرض کہ موبائل فون کے بے جا استعمال نے کشت حیات کو ویران اور معمولات زندگی کو بدحال بنادیا ہے حتی کہ ایسا شخص اس کا برا انجام جیتے جی دیکھ لیتا مگر "اب پچھتاوے کا ہوت جب چڑیا چگ گئی کھیت"۔

اسمارٹ فون اور انٹرنیٹ کے نقصانات اور مضر اثرات سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم افراط وتفریط کو بالائے طاق رکھ کر اعتدال واقتصاد کا دامن تھامیں اور میانہ روی کے ٹریک پر چل پڑیں تاکہ ہمارے معاشرہ کا ہر فرد اور زندگی کا ہر شعبہ اس فتنہ جنجال سے محفوظ رہے۔ واللہ الموفق وھو الھادی الی الحق۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہماری نسلوں کو عقل سلیم کی دولت لازوال سے مالامال فرمائے اور اسمارٹ فون کے نقصانات اور اس کے مضر اثرات سے جلد نجات عطا فرمائے۔ آمین۔

خیر اندیش

ابوالاختر مشتاق احمد امجدی غفرلہ

امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک

□□□

سعودی عرب میں مزید اجنبی ہوتا اسلام

مفتی خالد ایوب شیروانی

عرب شریف پر آل سعود کے قبضے کے بعد سے ہی یہاں ہر گزرتے دن کے ساتھ اسلام کی روحانی جڑیں کم زور سے کم زور تر ہوتی چلی گئیں اور آج بھلے مادیت اور تیل کے نتیجے میں پیدا شدہ معدنیاتی سرمایہ داری کی وجہ سے یہ خطہ دنیا کا مرکز توجہ بنا ہوا ہو، لیکن آج جیسے حرمین شریفین اور معدودے چند گنے چنے بڑے آثار کے علاوہ اسلام کی اس جنم بھومی پر اسلامیات اور بزرگوں کی نشانیاں دور تک نظر نہیں آتیں، ویسے ہی موجودہ زمانے کی مادی رفتار کے پیش نظر یہ پیشین گوئی کرنا بھی بجا ہوگا کہ آئندہ کچھ زمانے بعد یہ خطہ روحانی اسلام کے لیے ہی نہیں بلکہ نفس اسلام کے لیے بھی مزید اجنبی بنتا چلا جائے گا، جس کی مشاہداتی تفصیلات کچھ اس طرح ہیں:

(الف) دنیا جانتی ہے کہ وہابیت نے اسلامی تاریخ کے ساتھ نہ صرف کتابی چھیڑ چھاڑ کی بلکہ احادیث کریمہ کی خود ساختہ تشریحات کی بنیاد پر پوری دریدہ دہنی کے ساتھ بزرگوں کے آثار و قرائن اور ان کی زیارت گاہوں کو بھی کہیں منہدم کیا تو کہیں ان کو محدود سے محدود تر کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہزاروں ہزار عربی الاصل صحابہ اور تابعین میں سے جنت البقیع جیسے مبارک قبرستانوں میں مدفون چند نفوس قدسیہ کے علاوہ عام طور پر نہ کسی کی قبر کا نشان ملتا ہے اور نہ ہی دوسرے اسلامی آثار زندہ جب کہ خود بقیع پاک کا حال یہ ہے کہ وہ ہزاروں نشیب و فراز والی گمنام اور سطح زمین سے قدرے اُبھری ہوئی قبروں کا ایک تسلسل ہے۔ نہ کئی ہزار صحابہ میں سے ایک آدھ صحابہ کی قبروں کا بھی نام و نشان موجود اور نہ اہل بیت اطہار کے آثار معلوم۔

بدرجہ مجبوری اگر کہیں سید الشہد احضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر جیسے کچھ خاص تاریخی مقامات موجود بھی ہیں تو ان کو اس طرح سے گھیر دیا گیا ہے کہ وہاں کوئی زیارت نہیں کر پاتا اور کوئی حساس طبیعت بدعتی نظریں بچا کر اس حرماں نصیبی پر دو قطرے آنسو بہانا بھی چاہے تو سہولیات ندارد۔

یعنی اپنی کج فہمی کی وجہ سے اسلامی آثار و قرائن کو صفحہ ہستی سے مسخ کرنے میں آل سعود نے وہ تاریخی ظلم کیا ہے، جس کو اسلامی دنیا تو کیا معاف کرے، آج تک کسی قوم نے اپنی وراثت کے ساتھ نہیں کیا ہوگا۔

(ب) موجودہ عرب کی دوسری ایک بڑی اور نمایاں تبدیلی یہ ہے کہ بطور خاص مدینہ منورہ کے علاوہ عام شہروں کے عربیوں سے بھی وہ اسلامی اقدار رخصت ہو چکی ہیں، جو کبھی حجاز

اور مسلمانوں کی شناخت ہوا کرتی تھیں اور یہ وہ زندہ حقیقت ہے، جس کی کوئی نابینا پردیسی بھی گواہی دے سکتا ہے۔

تازہ سعودی دورے میں ہمارا سعودی عرب کے دمام، ریاض، جدہ، طائف اور حرمین شریفین سمیت کچھ اور بھی دیہی اور شہری جگہوں پر جانا ہوا اور ہر بار بڑی تعداد میں یہاں مقیم ہندوستانیوں سے ملاقاتوں کا موقع ملا۔ اس دوران بارہا یہ شکایتیں سننے کو ملیں کہ عربی کفیل غریب الوطن مزدوروں کے ساتھ نہ صرف یہ کہ بے مروتی کرتے ہیں بلکہ کئی بار ان کی کمزوری کا بھرپور ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی دکانیں، گاڑیاں اور نقد رقوم بھی ہڑپ کر لیتے ہیں۔ قانونی طور پر لاکھوں کی تعداد میں یہاں برسرروزگار پردیسیوں میں سے ہر ایک کو کسی عربی کے ماتحت رہنا ہوتا ہے، جو اس پردیسی کا کفیل کہلاتا ہے اور ان دونوں کے بیچ کے اس معاہدے کو اقامہ کہا جاتا ہے۔

دوسرے قانون کے مطابق یہاں کوئی بھی غریب الوطن مزدور یا ملازم بن کر تو رہ سکتا ہے لیکن گاڑی گھوڑے جیسی چھوٹی موٹی چیزوں کے علاوہ کسی بھی چیز کا مالک بن کر نہیں رہ سکتا اور اگر کوئی غیر قانونی طور پر محض لحاظ و مروت یا کفیل کے رحم و کرم پر کوئی ہلکی پھلکی تجارت کرتا ہے تو ہر وقت اس کا دل مٹھی میں رہتا ہے کہ کب اس کا کفیل اس کے ساتھ بے وفائی کرتے ہوئے اس کی پوری محنت کو اپنے نام کر لے اور یہ کف افسوس ملتا رہ جائے۔ ہمیں راجستھان کے ایک بزرگ ملے جنھوں نے اپنی پوری جوانی یہاں گزار دی اور کفیل پر اعتماد کرتے ہوئے بقالہ (روزمرہ کا کرانہ اسٹور یا چھوٹا سپر مارکیٹ) کھولا لیکن جس کفیل کا بھروسہ جیتنے کے لیے انھوں نے اپنی جوانی کھپا دی تھی، جب اسے موقع ملا تو اسی نے ان کی زندگی بھر کی جمع پونجی اپنے نام کر لی اور وہ ابھی بھی افسوس اور کڑھن کے علاوہ قانونی طور پر کچھ بھی کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ ہر کسی غریب الوطن کی زبانی کچھ اسی قسم کی داستانیں سن کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عرب جس کے اخلاق تاریخ کا حصہ رہے ہیں، آج جس طرح وہاں سے اسلامی آثار و قرائن ختم ہوئے ہیں، ویسے ہی اسلامی اخلاقیات وروایات بھی رخصت ہو چکی ہیں۔

(ج) انسانیت سے کہیں زیادہ مال سے محبت اور اس بابت بے مروتی کی کسی بھی حد سے گزر جانا نئے عرب میں عام ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عربوں کے متعلق عجمیوں کا یہ عمومی نظریہ ہے کہ مال کے آگے کسی بھی عربی کا ایمان ڈگمگا سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی عجمی اس بابت کبھی بھی اپنے آپ کو مطمئن نہیں پاتا۔

(د) مستقبل میں عرب دنیا کے نقشے پر کتنا کامیاب ثابت ہوگا اور کتنا ناکام؟ عوامی سطح پر اس کا اندازہ لگانے کے لیے اخلاقیات اور روحانی روایات کا خاتمہ ہی کافی تھا، لیکن موجودہ سلطان کنگ محمد کی عملی جانشینی کے بعد ان کے تازہ ویژن 2030 نے اس بات پر پختہ مہر لگا دی ہے کہ مستقبل میں اسلام زمین عرب پر ویسے ہی اجنبی ہوتا چلا جائے گا، جیسے کبھی اپنے ابتدائی ایام میں ہوا کرتا تھا اور نتیجتاً اس حدیث رسول کے عملی عکس نظر آنے لگیں گے، جس میں فرمایا گیا کہ اسلام اجنبی ماحول میں شروع ہوا اور دوبارہ اجنبیت کے حوالے ہو جائے گا۔

ویژن 2030 کا بنیادی ہدف سعودی عرب کا تیل پر انحصار ختم کرتے ہوئے مملکت کو معاشی طور پر مستحکم کرنا ہے، لیکن اس کی عملی شکل لبرل ازم کی ہے۔ اس ویژن کو لے کر یہاں اس

قدر شور و ہنگامے اور اشتہار بازی ہے کہ ہر جگہ اس کی تیاری بھی نظر آتی ہے اور ہر نمایاں جگہ پر اس کا ایڈورٹائزمنٹ بھی۔ سینیما گھر کھولنا، عورتوں کو بازار کی زینت بنانا، انھیں ڈرائیورنگ کی اجازت دینا، ملک میں ہر طرح کے تبلیغی نظام پر پابندی عائد کرنا، اندرون خانہ مذہبی اور ملی آواز بن سکنے والی شخصیتوں کو غیر میعادی طور پر زنداں کے حوالے کر دینا، اذان کی آوازوں کے علاوہ مسجد کی آوازوں پر بالکلیہ پابندی عائد کرنا، اسلامی ہی نہیں بلکہ خود سعودی قانون سے بھی بالا ایک بڑا اور گلوبل شہر تیار کرنا، دراصل اسی کی تیاری ہے۔

اب ماضی قریب کا وہ زمانہ ختم ہوا، جب یہاں اسلامی اصولوں کی بالادستی ہوا کرتی تھی۔ اب تو یہاں نہ مسلکی تشدد کے نام پر مطوعوں کا قہر ہے اور نہ نماز کے اوقات میں بازاروں میں پسرا ہوا سناٹا۔ اب سعودی عرب بھی دنیا کے ان بہت سارے آزاد اور سیکولر ملکوں کے راستے پر ہے، جہاں مذہب و مذہبیات کی کوئی چھاپ نہیں ہوتی۔ اس ویژن کے دو نتائج ظاہر ہوں گے۔ پہلا یہ کہ کعبہ شریف میں جوتے پہن کے داخل ہونے سے لے کر امام حرم کی تقدس مآبی تک ہر جائز و ناجائز عربی حرکتوں کی جھوٹی اور مصنوعی تاویل کرنے والی غیر معقول جماعت جمعیت اہل حدیث مسلم دنیا میں منہ دکھانے کے لائق نہیں بچے گی، جن کی ریالی اٹھان اس غیر معقول قضیے پر رہی ہے کہ عرب میں جو ہوتا ہے، ٹھیک ہوتا ہے کیوں کہ عرب اب نہ انھیں کچھ پوچھ رہا ہے اور نہ پوچھنے کے لائق چھوڑ رہا ہے۔

یعنی یہ کہا جا سکتا ہے کہ نئے عرب کی لبرل عمارت متشدد وہابی اور سلفی نظریات کے لاشے پر کھڑی ہوگی جبکہ عرب کی اس روش کا دوسرا بڑا نقصان یہ نظر آ رہا ہے کہ ایک زمانے تک جیسی تیسی مذہبیت کے پابند رہے عرب جب مذہب سے آزاد ہوں گے تو اللہ نہ کرے ان کی آزادی کچھ اتنی آگے چلی جائے کہ پہلے سے آزاد دنیا بھی شرمانے لگے کیوں کہ کم ظرف بدوی اور جلد مال دار ہوا مزاج کچھ اسی طرح کا ہوا کرتا ہے۔ ان الاعراب اشد کفرا ونفاقا۔ یہ اندیشہ اس وقت مزید قوی ہو جاتا ہے جب یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ ابھی کچھ ماہ پہلے ہی پابندیوں کی زنجیر سے آزاد ہوئی بے باکیاں یہاں تک پہنچ چکی ہیں کہ کہیں عرب دوشیزائیں اپنی قیمتی کاروں میں نوجوانوں کی باہوں میں باہیں ڈالے فراٹے بھر رہی ہیں اور کہیں سر بازار قہووں کی چسکیاں لے رہی ہیں۔ یہ وہ نظارے ہیں جو آج سے پہلے یہاں سوچے بھی نہیں جا سکتے تھے لیکن دراصل سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس ابتدا کی انتہا کیا ہوگی خدا ہی جانے۔

□□□

(صفحہ ۶۸ کا بقیہ) بلاشبہ یہ ''نمبر'' اساتذہ، طلبہ، علما، مشائخ، خطبا، ادبا، شعرا اور اصحاب فکر و فن کے لیے نمبراتی دنیا کا ''شمس بازغہ'' ہے، جس سے ''خانوادۂ امجدیہ'' کے احوال و کوائف روشن ہیں۔

اس نمبر کو پڑھا جائے، تحفے میں پیش کیا جائے، لائبریریوں کو اس سے سجایا جائے، مہمان خانوں کی زینت بنایا جائے اور ایک پاکیزہ زندگی کے لیے اسے مشعل راہ سمجھا جائے۔

فقط والسلام

محمد اختر حسین قادری غفرلہ

خادم دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

۸ ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ

۲۴ اکتوبر ۲۰۲۳ء

فقیہ ملت فکر رضا کے امین وترجمان

مفتی محمد حبیب اللہ خان مصباحی۔ دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا، بلرام پور

چمن میں پھول کا کھلنا کوئی کمال نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنادے صحرا کو

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر زمانے میں انسانوں کی رشدو ہدایت کے لیے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد علمائے کرام ہی کا نورانی قافلہ جلوہ گر ہو کر تصنیف و تالیف، مناظرہ و مکالمہ اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ حتی المقدور دین حنیف، مذہب اسلام کی نشر واشاعت کرتا رہا اور آج بھی دنیا کے جس حصہ و خطہ میں کلمۂ توحید وشہادت کی صدا بلند ہو رہی ہے، اسلام کا پرچم لہرا رہا ہے، مسجد کے میناروں سے کلمات اذان کی گونج سنائی دے رہی ہے، انھیں دین دار حضرات علمائے کرام ہی کی بے پناہ کاوشوں اور جانفشانیوں کے نتیجہ میں ہے۔ البتہ انھیں آنے جانے والے لوگوں میں کچھ ایسے منفرد المثال، فخر روزگار، علمائے ذی وقار تشریف لائے، جنھیں ان کے دینی و مذہبی کارناموں کی بنا پر کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کے زریں کارناموں پر گرد وغبار کا دبیز پردہ ڈال کر چھپایا جاسکتا ہے۔

فقیہ ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی جلال الدین احمد الامجدی نور اللہ مرقدہ، بانی مرکز تربیت افتاء اوجھا گنج، بستی، یوپی اور سابق استاذ و مفتی فیض الرسول براؤں شریف سدھارتھ نگر، یوپی انڈیا، انھیں پاک باز نفوس ومقدس ہستیوں میں سے ایک تھے، جن کو اللہ رب العزت جل جلالہ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں بہت ساری دینی خوبیوں و مذہبی کمالات سے نوازا تھا، اسی لیے جب تک آپ اپنی حیات ظاہری میں تھی آپ کے اکابرین، معاصرین، علمائے کبار وصغار سب کو یکساں طور پر قدر وشرف کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اپنی نجی محفلوں میں اہمیت دیتے تھے، مسئلہ شرعیہ کے بارے میں آپ سے بھی مشورہ لیا جاتا تھا، فقہی وشرعی سیمیناروں میں اصرار کے ساتھ آپ کو دعوتیں پیش کی جاتی تھیں۔ آپ کے زمانۂ حیات ہی میں آپ کے نام اور کام کے ساتھ شہرت ومقبولیت کا ایسا پر لگ گیا تھا، جس سے عالم اسلام کے علمی حلقوں میں آپ اُڑتے نظر آتے تھے، بفضلہٖ تعالیٰ آج بھی اُڑ رہے ہیں اور رہتی دنیا تک ان شاء المولیٰ تعالیٰ اپنے کارناموں کے ساتھ اُڑتے ہی رہیں گے۔ آپ کا علمی قد احباب وامثال کے تناظر میں اتنا اونچا ہو گیا تھا کہ سب آپ کو رشک کی نظر و نگاہ سے دیکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہتے تھے۔

آپ کے استاذ ومربی رئیس القلم حضرت علامہ الحاج ارشد القادری صاحب قبلہ ثقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ بین

الاقوامی شہرت کے حامل اور علمی جاہ وجلال کے مالک تھے۔ سیاسی وسماجی سوجھ بوجھ کا اچھا شعور رکھتے تھے۔ اپنے اور پرائے ، اچھے اورت بُرے سب کو پہچانتے اور ان کے مراتب حقیقی سے خوب واقف تھے، بڑے بڑے کج کلاہاں اس زمانہ کے کج کلاہی اور شان وشوکت والے علما کے شوکت علمی کا اپنے سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے تھے، اس لیے اول نظر میں کسی سے متاثر ومرعوب نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی اپنے پرائے کسی سے بھی ڈرتے وگھبراتے تھے، آپ کا خود اپنا ایک تشخص اور امتیازی مقام تھا، جماعتی سطح پر آپ کا قد مثل مینار بلند تھا، جماعت اہل سنت کا ہر ذی ہوش فرد آپ کو بھلی بھانت جانتا و پہچانتا تھا علما وفضلا کے جس انجمن ومجلس میں ہوتے میر مجلس کی حیثیت سے ہوتے، اتنی ساری خوبی کمال کو رکھتے ہوئے بھی فقیہ ملت نور اللہ مرقدہ کی ذات پر فخر کرتے تھے اور آپ کو اپنی نجات اخروی کی پونجی سمجھتے تھے، سمجھنے والے لوگوں کے لیے یہ جملہ بہت ہی معنی خی اور دل کو چھو جانے والا ہے، اپنے شاگردوں پر آپ کو فوقیت وترجیح دیتے تھے، اور اپنی نیک دعاؤں سے نوازتے تھے، اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: خدائے قدیر آپ کو اسلاف کا مظہر بنائے، میرا خیال ہے کہ آج کے علما میں ام الامراض کی جگہ حیثیت سے پیسے کی لالچ گھس گئی ہے، یہ بیماری تنہا نہیں اپنے ساتھ بے شمار نقائص وعلل کو لاتی ہے تو کل ایثار اور استغنا اسلاف کا طرۂ امتیاز رہا ہے اور ماشاء المولیٰ آپ بھی اسی راہ پر چل رہے ہیں لیکن اور استحکام کی ضرورت ہے۔ آپ کو میں اپنی نجات اخروی کی پونجی سمجھتا ہوں، میں تو سیاہ کار کا سیاہ کار ہی رہا لیکن آپ نے مغزیات الٰہی کو پالیا، آپ کی ذات سے دین کو جو تقویت حاصل ہوئی ہے وہ میرے لیے باعث افتخار ہے۔

(فتاویٰ فیض الرسول ج ۲ ؍ص ۷ ۳)

سبحان اللہ! استاذ محترم علامہ ارشد القادری صاحب نے اپنی محبت کا برملا اظہار کرنے میں کمال کر دیا کہ شاگرد رشید فقیہ ملت کے اچھے کارناموں ارو فرائض وسنن اور مستحبات کی پابندیوں کو دیکھ کر اتنا خوش ہوئے کہ اپنے لیے نجات اخروی کی پونجی سمجھ لیا، اور رضائے الٰہی کے پالینے کی خوش خبری بھی دے دی، جب کہ آپ کے خود اپنے ہی مذہبی کارنامے اسلام وسنیت کی خدمت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت بدمذہبوں کے ردوابطال بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

واضح رہے کہ آپ کے کارناموں میں صرف ایک ہی کارنامہ کتاب ''زلزلہ'' کی تصنیف اتنی عظیم ہے جو تنہا آپ کیا آپ کے پورے خاندان عزیز واقارب کی نجات ومغفرت کے لیے کافی ہے، بشرطے کہ خاتمہ بالخیر ہو، اس لیے کہ زلزلہ کے مندرجات وارادات میں دیوبند کے اس مذہبی ایوان میں جس کو اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھوی نے اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخی وبے ادبی نیز ضروریات دین کے انکار سے تعمیر کیا تھا، شگاف ڈال کر درودیوار ہی نہیں بنیاد تک کو زوردار ہلا کر مسمار ومنہدم کر کے رکھ دیا، اور ان کے عقائد کفریہ کو خوب آشکارا کر کے دلائل وبراہین کی دھجیاں اڑا دیں۔ تار وپود کو ایسا بکھیرا کہ جس کی پیوند کاری کسی بھی دیوبندی مکتب فکر کے فرد سے ممکن ہی نہیں، آج بھی دیوبندی جماعت کے سربراہ اکابر ہوں یا اصاغر، سب کے سب زلزلہ کا

صحیح جواب دینے سے مجبور و لاچار، اپاہج در اپاہج ہیں، اس حقیقت کا برملا اقرار واعتراف دیوبندیوں کے سربراہ آنجہانی عامر عثمانی نے زلزلہ کو پڑھنے کے بعد کیا بھی ہے۔

فقیہ ملت نور اللہ مرقدہ نے شرف تلمذ کے احسانات وکرم فرمائیوں کے پیش نظر حضرت علامہ علیہ الرحمہ کو زندگی بھر اپنے سر کا تاج بنائے رکھا، تعظیم وتکریم میں کبھی کوئی کمی و کوتاہی نہیں کی، تواضع وانکساری سے ہمیشہ پیش آئے، فروتنی کا بازو جھکائے رکھا، نظر و نیاز کی سوغات لے کر جب حاضر ہوئے قبول ہوجانے پر اپنی سعادت سمجھا، کبھی بھی مزاج کے خلاف کوئی بات نہیں کیا، دست بوسی کو اپنے لیے عزت اور باعث فخر سمجھتے رہے، اور پوری زندگی جو بھی خدمت دین کیا، اصلاح وسنت کا کام کیا، مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت کی، سب کو آپ ہی کا فیضان جانا اور تصور کیا، اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں، ہمارا عقیدۂ راسخہ ہے کہ جس شاگرد پر استاذ کی نگاہ کرم نہ ہو، وہ علم کی برکتوں سے محروم ہوجاتا ہے، میں نے اسلام وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی جو بھی نشر واشاعت کی ہے، وہ سب حضور ہی کا فیضان ہے۔

(مکتوبات فقیہ ملت ص ۲۶)

اب زمانۂ موجودہ میں استاذ وشاگرد کے مابین عقیدت ومحبت کا وہ رشتہ کہاں جو زمانہ ماضی قریب وبعید میں تھا، اب تو شاگردوں کا حال یہ ہے کہ جس استاذ کے چشمۂ علم وفضل سے سیراب ہوتے ہیں، تشنگی دور کرتے ہیں اور کچھ بن سنور کر درس گاہ کے لیے درس وتدریس کی زینت بنتے ہیں، اسی کی دست بوسی سے کتراتے ہیں، تعظیم وتکریم سے آنکھیں چراتے ہیں، سرراہ اچانک ملاقات ہوجانے پر ایسا کنی کاٹ کر چلے جاتے ہیں جیسے پہچانتے ہی نہیں، اسی لیے حضرات اب بجائے اپنے استاذ کے فیض و برکت کے پانے سے محروم ہوتے جارہے ہیں، علم تیزی سے اٹھتا جارہا ہے، اچھی صلاحیت کے علما پیدا نہیں ہورہے ہیں۔

سر میں جب ہوائے اطاعت تھی سرسبز شجر امید کا تھا
بعد عصیاں صرصر چلنے لگے پیڑ نے پھلنا چھوڑ دیا

مانا کہ اب علما واساتذہ بھی پہلے جیسے نہ رہے مگر استاذ کا مقام، مقام ناز ہے اور شاگرد کا مقام، مقام نیاز ہے۔ شاگرد کو اب بھی اس دور انحطاط میں شرعاً یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنے استاذ کریم کے خلاف کسی بھی کمی وکوتاہی پر نظر وانگلی اٹھائے، تنقید و تبصرہ کر کے عزت وعظمت گھٹائے سر پر پیر رکھ کر اپنی شوکت و شہرت کا ڈنکا بجائے، اس لیے کہ حدیث پاک میں سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

البرکۃ مع اکابرکم۔ (کنز العمال)

یعنی دین ودنیا کی ساری برکتیں اپنے اساتذہ اور بڑوں کے ساتھ رہنے میں ہے۔

مرکز سے جدا ہو کے تباہی کا فسانہ
پوچھو اسی پتے سے جو ٹوٹا ہے شجر سے

یوں تو فقیہ ملت نور اللہ مرقدہ کی کتاب زندگی کا ہر ہر ورق بڑا انوکھا، نرالا، نایاب اور شاندار ہے، خواہ کوئی بھی ورق ہو، درس وتدریس کا ہو یا تصنیف وتالیف کا، تقریر وتبلیغ کا ہو یا وعظ ونصیحت کا، سب شرعی نزاکتوں کے حدود و دائرے میں ہوتا تھا، آپ کے معتقدات ومعمولات میں ایسے ایسے جلوے اور ایسی ایسی خوبیاں پائی جاتی تھیں جنھیں دیکھ کر آدمی حیران وششدر رہ جاتا ہے، آنکھیں پھٹی کی پھٹی

رہ جاتی ہیں، الغرض آپ کی ذات میں اچھائیاں بہت تھیں، کس کس کو شمار کیا جائے اور کس کس کو بتایا جائے۔ البتہ ان تمام اچھائیوں اور خوبیوں میں سب سے بڑی خوبی اور اچھائی یہ تھی کہ آپ فکر رضا کے امین و ترجمان ہی نہیں محافظ و پاسبان بھی تھے، بلکہ یوں کہہ لیجیے کہ آپ فکر رضا کے رنگ میں سر سے پیر تک رنگے ہوئے تھے، آپ کا یہ رنگ سب سے ممتاز اور نمایاں تھا، اسی لیے آپ اپنی ہر مجلس میں فکر رضا کی ترجمانی کرتے رہتے تھے، اپنے تلامذہ وعقیدت مندوں کو مجدد اعظم امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ سے عقیدت ومحبت اور آپ کی تصنیفات وفتاویٰ کے مطالعہ کی رغبت دلاتے رہتے تھے، نیز مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی سے قائم رہنے کی تاکید فرماتے رہتے تھے۔ اپنے ایک شاگرد کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صحیح معنی میں عالم دین بننے کے لیے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کی کتابوں کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کریں، کہ ان کی تصنیفات سے علم کے ساتھ عمل بھی بڑھتا ہے، بلکہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جو ایمان کی جان اور روح دین ومغز قرآن ہے اس میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اور ایک دوسرے مکتوب میں ہے کہ درس و تدریس سے جو وقت بچے اسے دینی کتابوں کے مطالعہ میں صرف کریں، خصوصاً امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تصنیف پڑھیں، کہ ان سے ٹھوس قابلیت پیدا ہوگی اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بڑھے گی، جو ایمان کی جان ہے۔ (مکتوبات فقیہ ملت)

واضح رہے کہ فقیہ ملت نور اللہ مرقدہ صرف اپنے تلامذہ ہی کو نصیحت نہیں کرتے تھے، بلکہ جس کو بھی دیکھتے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت کرتا ہے اور اس کی ترقی وفروغ کے لیے کوشاں رہتا ہے، اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اپنی نیک دعاؤں سے نوازتے اور اچھا مشورہ بھی دیتے۔ رضا اکیڈمی ممبئی کے بانی ومہتمم الحاج سعید نوری صاحب کے کارناموں کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور سراہا۔ فرماتے ہیں کہ آپ نے بطور خاص اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے روشن کارناموں کو اجاگر کیا، ان کی علمی وتحقیقی تصنیفات سے عوام وخواص کو روشناس کرایا، علاوہ ازیں مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ وارتقا کے لیے ہمہ وقت کمر بستہ رہتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ رب قدیر آپ کی مخلصانہ کوششوں، خدمات کو سرف قبولیت بخشے اور صحت وسلامتی کے ساتھ عمر خضر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مکتوبات فقیہ ملت)

مزید برآں آپ خود اپنے بارے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور مسلک اعلیٰ حضرت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اگرچہ بہت سے علوم وفنون کے ماہر تھے، لیکن ان میں فقاہت کا وصف سب سے ممتاز ہے اور مجھے فقہ سے زیادہ شغف ہے، اس لیے میں آپ سے زیادہ عقیدت رکھتا ہوں اور آپ کے تحقیق فتاویٰ کے مطالعہ سے روز بروز میری عقیدت بڑھتی جارہی ہے، یہاں تک کہ فاضلین فیض الرسول اور دیگر نوجوان علما کو نصیحت کرتا رہتا ہوں کہ اپنے ایمان وعمل کو سنوارنے اور حقیقت میں عالم دین بننے کے لیے اعلیٰ حضرت

کی تصنیفات کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرو، البتہ اعلیٰ حضرت سے محبت وعقیدت رکھنے میں ان علما کی طرح میں ہرگز نہیں ہوں جو اعلیٰ حضرت کا نام لیں، عقیدت کا دم بھریں اور ان کا فتویٰ ماننے سے انکار کریں، الحمدللہ میں ان لوگوں میں سے ہوں کہ ان کی ہر تحقیق کو مانتا ہوں اور ان کے ہر ہر فتوے پر سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ (خطبات محرم ص۹ ۷ ۴)

سبحان اللہ! آپ کی اس عقیدت ومحبت کا کوئی جواب نہیں، اس لیے کہ آپ کے قول وفعل میں کہیں کوئی تضاد ونفاق نہیں، آپ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے، میں آپ کے ہر ہر فتویٰ وتحقیق پر سر تسلیم بھی خم کرتے تھے، میں انھیں کی محبت کا دم بھریں اور فتووں سے اور عمل کرنے سے انکار کریں جیسا کہ اور لوگ کرتے ہیں، اس لیے کہ آپ کے سبھی فتویٰ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتویٰ تحقیق کی روشنی میں ہوتے تھے، گویا آپ فقہ حنفی کی ترجمانی، فکر رضا کی اتباع فتویٰ میں کرتے تھے، احکام شرعیہ کے بیان و توضیح وتشریح میں اپنے اجتہاد کو ہرگز کبھی دخل نہیں دیتے تھے، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے تفقہ وفقاہت پر کامل بھروسہ کر کے اسی پر مضبوطی سے ہمیشہ قائم رہے، یہی وجہ ہے کہ فتویٰ لکھنے میں آپ کا قلم فیض رقم کبھی نہ ڈگمگایا نہ ٹھوکر لگی، رجوع توبہ کرنی پڑی اور نہ کبھی آپ کے فتوے سے کوئی خلفشار وانتشار ہوا، جب کہ ابھی چند سال پہلے کچھ ایسے فتویٰ عوام وخواص کے بیچ آئے جس سے زبردست اختلاف ہوا، پورے ملک میں جو مذہبی ومسلکی اتحاد تھا وہ پارہ پارہ ہوگیا، یہاں تک کہ استاذ شاگرد سے، پیر مرید سے، باپ بیٹے سے دور ہوتا چلا گیا، کچھ حساس و صلح پسند دین دار لوگوں نے اس اختلاف کو روکنے وختم کرنے کے لیے بھرپور کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہوئے، تھک ہار کر ہمیشہ کے لیے آرام سے بیٹھ گئے۔

واضح رہے کہ اختلاف کے اس پرفتن ماحول میں بھی فقیہ ملت نور اللہ مرقدہ کا موقف نظریہ ان تمام مسائل میں جس میں علما وفضلا کا شدید اختلاف تھا وہی تھا جو مجدد اعظم امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور تاج اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تھا، آپ اپنے دارالافتا سے ہمیشہ وہی فتویٰ جاری کرتے تھے جو فکر رضا کی روشنی اور مسلک اعلیٰ حضرت کے دائرے میں رہ کر گردش کرتا تھا، کبھی کبھی آپ نے سرمو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مواقف اور فتووں سے انحراف نہیں کیا، اور آپ نے جو یہ کہا تھا کہ الحمدللہ میں آپ کی ہر تحقیق اور ہر ہر فتوے کو مانتا اور سر تسلیم خم کرتا ہوں، اس پر عمل کر کے ساری دنیا کو دکھا دیا، آپ کا ایسا فتویٰ کوئی کہیں دکھا نہیں سکتا، جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتویٰ وتحقیق کے خلاف ہو، کاش کہ آپ مجدد اعظم امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ حیات میں ہوتے تو نیاز عقیدت میں آپ کا بھی شمار ہوتا اور حاشیہ نشین خلفا وتلامذہ کے صف میں بیٹھنے کو جگہ ملتی جو آپ کے لیے باعث صد افتخار ہوتا، اس لیے کہ مجدد اعظم امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام علوم وفنون میں یکساں درک تھا، ہر فن میں آپ منصب امام پر فائز تھے، فن کا ہر مسئلہ ہمیشہ آپ کو مستحضر رہتا تھا، جب کسی مسئلہ کا حکم شرعی بیان فرماتے تو اس مسئلہ کی گہرائی وگیرائی میں

اتر کر اس کے تمام گوشوں کا احاطہ کرنے اور نفع وضرر کو خوب جانچ پرکھ لینے کے بعد ہی جواز وعدمِ جواز، صحت وفساد کا حکم لگاتے تھے، اللہ رب العزت جل جلالہ نے آپ کو ایسی زبان وقلم عطا کیا کہ جو لغزشوں اور خطاؤں سے محفوظ تھی، کبھی بھی آپ کو فتویٰ وتحقیق اور موقف ونظریہ سے رجوع کرنے کی ضرورت نہ پڑی، آپ کا یہ وصف جمیل ایسا ہے جس میں آپ کا کوئی سہیم وشریک دور تک نظر نہیں آتا۔

آپ کے اسی علم وجاہ وجلال، فضل وکمال اور شان وشکوہ کو دیکھتے ہوئے شارح بخاری فقیہ عصر حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سابق صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی نے مولانا مفتی محمد عالمگیر صاحب رضوی مصباحی استاذ ومفتی دار العلوم اسحاقیہ جودھپور راجستھان کو اجازتِ افتا کے وقت نصیحت کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ فتویٰ دینے میں اتنی بات لازم کرلیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے خلاف کوئی فتویٰ نہ دیں۔ (فتاویٰ اسحاقیہ ج ۱ ص ۴۷)

تاج الملۃ والدین نور العارفین حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ اس وقت دین داری کی علامت یہ ہے کہ جو شخص مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی سے محبت رکھے اسے دین دار جانو اور جو شخص بغض وعداوت رکھے اسے سمجھ لو کہ بد مذہب ہے، یا کسی بد مذہب کے ہیر پھیر میں پھنسا ہوا ہے، اور جس مسئلہ میں ان کا اتفاق ہو اسے جانو کہ بہت ہی محقق ہے اور جس مسئلہ سے انکار واختلاف ہو اسے جانو کہ غیر محقق اور غلط ہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۰۴)

فقیہ ملت نور اللہ مرقدہ کے تربت اطہر پر رحمت ونور کی پیہم بارش ہو کہ حضرت نوری میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے فتویٰ کے محقق وصحیح نیز آپ کے دین دار ہونے پر یہ ارشاد فرما کر بہت پہلے مہر تصدیق ثبت کردی کہ جو شخص مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی سے محبت رکھے اسے دین دار سمجھو اور جس فتویٰ سے ان کا اتفاق ہو اس کو صحیح محقق جانو اور جس سے اختلاف وانکار ہو وہ غلط ہے۔

افسوس صد افسوس! مجدد اعظم اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے دسترخوان علم وفضل کے ان ریزہ خواروں پر جو اپنی تحقیق وفتویٰ کو آپ کے فتویٰ وتحقیق کے خلاف فوقیت وترجیح دینے پر کمر بستہ ہیں، علاوہ ازیں مسلک اعلیٰ حضرت کا نام ونعرہ لگانے والوں سے چڑھتے اور کڑھتے ہیں، نیز جو لوگ مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگاتے ہیں یا نعرہ لگانے والوں کی تائید وحمایت کرتے ہیں انھیں اپنی اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے ہیں، جب کہ مسلک اعلیٰ حضرت کا نام ونعرہ لگانے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، ایسے ہی عقل مندوں کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے کسی نے کہا ہے:

بریں عقل و دانش بباید گریست
آدمیاں گم شدند و ملک خدا خر گرفت

فقط والسلام بندۂ ناچیز
محمد حبیب اللہ خان مصباحی
خادم دار العلوم فضل رحمانیہ پرانا بازار پچپڑوا، بلرام پور
۱۰ ربیع النور شریف ۱۴۳۸ھ

□□□

حضورغوث اعظم فیوضات وتعلیمات

خلیل احمد فیضانی
استاذ: دارالعلوم فیضان اشرف باسنی ناگورشریف، راجستھان

جس طرح ظاہری نظام کو چلانے کے لیے وزیر خارجہ، وزیر داخلہ اور وزیر اعظم وغیرہ ہوا کرتے ہیں، اسی طرح کا نظام ایک اور بھی ہے، جسے ہم باطنی نظام سے معنون کرتے ہیں۔ ظاہری نظام کی طرح اس عالم کے نظام کو چلانے کے لیے بھی من جانب اللہ بہت سارے برگزیدہ افراد مقرر و منتخب ہوتے ہیں، جنہیں ہم اولیائے کرام کہتے ہیں اور پھر تعیین مراتب کے حساب سے ان میں بعض کو ابدال، بعض کو اوتاد، نقبا، نجبا، اقطاب اور بعض کو اغواث کہتے ہیں۔ اس نظام کے قطب الاقطاب ایک ہی ہوتے ہیں اور وہ سب سے پاورفل ہوتے ہیں۔

آج کی دنیا میں جو ہستی عالم ولایت میں سب سے زیادہ مرتبہ رکھتی ہے وہ ہمارے پیر و مرشد حضور غوث اعظم، شہنشاہ میراں رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ آپ گروہ اولیا کے سردار اور سرخیل ہیں۔ آپ کی وجہ سے اور آپ کے تصدق سے رب کریم نے کتنے ہی گم گشتگانِ راہ کو ہدایت کا نور عطا کیا اور کتنے ہی بے عمل افراد کو صالحیت کے لباس سے ملبوس کیا۔ بخارا، سمرقند، تہران، عراق، ایران، تاشقند، مصر و شام، بغداد و حجاز، برصغیر اور مشرق وسطی کے دیگر بہت سارے ممالک بلکہ in whole World جو آپ کے بعد اولیائے کرام ہوئے، وہ آپ ہی کے چشمۂ صافی کے آب زلال سے سیراب ہوئے۔ رب کریم نے آپ کے صدقے چوروں کو ولایت، قزاقوں کو صالحیت، فاسقوں کو استقامت اور کافروں کو ہدایت نصیب فرمائی۔ آپ کا ابر کرم تشنگانِ ولایت پر جم کر برسا۔ آپ کنواں نہیں تھے کہ لوگ آپ کے پاس آکر قطار در قطار کھڑے رہتے، بلکہ آپ تو سحاب رحمت اور ابر بارندہ تھے کہ جس جگہ جس چیز کی ضرورت محسوس ہوئی، آپ فوراً وہاں تشریف لے گئے۔ آج جو ہم برصغیر یا دیگر ممالک میں اولیائے کرام کے مزارات کی ایک نورانی کہکشاں دیکھتے ہیں، ان میں سے اکثر آپ ہی کے پروردہ ہیں، چاہے بالواسطہ ہو، بلا واسطہ ہو۔ آپ ہی کے طفیل رب کریم نے لوگوں کی ایک بھاری تعداد کو قعر ضلالت سے نکالا اور ہدایت کے کوکب نیر کی ضوفشاں کرنیں عطا کیں۔

آپ کی ولادت اور تحصیل علوم سے پہلے بغداد اور اسلامی دنیا کے حالات دگرگوں تھے، مسلسل حملوں اور جنگوں سے اسلامی علوم اور اسلامی ممالک کا تحفظ ایک مشکل امر بنتا جا رہا تھا، مگر جب آپ نے بغداد معلیٰ میں نور علم کی اشاعت شروع کی تو مادیت کے مارے، روحانیت کی تڑپ میں قافلہ در قافلہ سوئے بغداد عازم سفر ہو گئے اور یہاں پہنچ کر اپنی

روحانی اور علمی پیاس کو سیراب کیا۔ ہند و پاک میں تقریباً ۹۰ر فیصد یا اس سے بھی زائد اولیائے کرام آپ ہی کے ابر فیض سے مستفیض ہوئے ہیں۔ حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ جیسے بزرگ کہ جنہیں ولایت کا تاج دار کہا جاتا ہے، وہ بھی آپ کے نور سے مستنیر ہیں۔ غرض یہ کہ برصغیر پاک و ہند اور دیگر بلاد اسلامیہ کے خطوں سے لے کر چپے چپے تک اور اطراف حجاز سے لے کر ویسٹرن ورلڈ کے اکناف تک آپ کی ولایت کا ڈنکا بج رہا ہے، جو اس بات کی طرف بدیہی طور پر غماز ہے کہ ان سب مقامات پر آپ کا فیض پہنچا ہے اور تا ایں دم پہنچ رہا ہے۔ غرض کہ باطنی نظام کے آپ چیف ہیں اور سفید و سیاہ کے مالک ہیں۔

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عالم کو محیط ہونے والے اس فیضان کا سبب خود آپ نے واضح طور پر علم دین کو قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"درست العلم حتی صرت قطبا"

ترجمہ:۔ میں نے اس قدر علم حاصل کیا کہ میں مقام قطبیت پر فائز ہو گیا۔

لاریب! یہ نور علم ہی کا صدقہ ہے کہ آپ رب کی بارگاہ میں مقبول اور رب کی مخلوق کی نظر میں محبوب بن گئے، جس کا ظہور تام حینا فحینا ہوتا رہتا ہے۔ آپ نے علم دین کی اشاعت کے لیے کس قدر تعمیری اور علمی کارہائے نمایاں انجام دیے، اس کا ہلکا سا خاکہ مندرجہ ذیل سطور سے لگائیں:

محسن گرامی مفتی حق النبی سکندری صاحب قبلہ آپ کی تعلیم و تعلم و درس و تدریس کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ:

حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم سیدنا عبد القادر جیلانی قدس سرہ النورانی کی تحصیل علم کی کل مدت تینتیس 33 برس ہے۔ اپنے مرشد و استاذ حضرت ابوسعید مخرمی کے وصال کے بعد باب الازج بغداد کا مدرسہ آپ نے سنبھالا اور اس کی از سر نو تعمیر کروائی۔ ایک عورت اپنے شوہر کو ساتھ لائی اور کہا کہ اس کے ذمے میرا حق مہر بیس دینار ہے۔ میں نے اپنے شوہر کو اس شرط پر وہ سب معاف کر دینے کا ارادہ کیا ہے کہ وہ آپ کے مدرسے کی تعمیر میں مزدوری کرے گا۔ آپ نے قبول کیا، اس شخص نے مزدوری کی اور ان کی اہلیہ نے تب حق مہر معاف کیا۔

نتیجہ: غوث اعظم درس وتدریس سے تعلق رکھتے تھے۔ مدرسے کی تعمیر و تعلیم پر خاص دھیان دیا۔ عوام الناس کی آپ سے محبت کہ مدرسے تعمیر میں سب نے حتی کہ خواتین نے بھی حصہ ڈالا۔

اپنے استاد و مرشد شیخ مخرمی کے وصال کے بعد آپ نے پرانے مدرسے کی توسیع کی اور اسے ترقی دلائی۔ ہم سب قادری اہل نسبت پر لازم ہے کہ علم و علما کے ساتھ وہی تعلق رکھیں جو سیدنا غوث اعظم کو تھا۔

انتہی: اس لیے ہم محبان حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لازم ہے کہ ہم اس ماہ "غوث اعظم" میں علم کے دیپ جلانے کی اپنی سی کوشش کریں، علم دین کی تحصیل میں جس قدر مصائب آئیں، اسے خندہ پیشانی سے قبول کرنے کا عزم بالجزم کریں، کیوں کہ یہ بھی (علم دین کی راہ میں مشکلات برداشت کرنا) حضور غوث پاک کی پیاری اور عظیم سنت ہے، جسے ہم آج دنیا کی رنگینیوں میں گم ہو کر عیش کی نذر کر چکے ہیں۔

□□□

تاثر برصدرالشریعہ نمبر

محمد اختر حسین قادری غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

برصغیر کا ایک مشہور علمی گلستاں ''خانوادۂ امجدیہ'' گھوسی شریف ہے، جو تقریباً دوصدی سے اپنی تدریس وتعلیم، تالیف وتصنیف، دعوت وتبلیغ، فقہ وافتا اور اشاعت اسلام وسنیت کے حوالہ سے بڑے نمایاں مقام کا حامل ہے۔

اس خانوادہ کی سب سے جلیل القدر اور عظیم المرتبت شخصیت کا مبارک نام ''خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدرالشریعہ حکیم ابوالعلا امجد علی اعظمی'' ہے۔ آپ اپنے فضل وکمال اور علم وعمل کے اعتبار سے اسلامیان ہند کے لیے ''حسین تاج محل'' ہیں۔

آپ کی ہمہ جہت شخصیت کے تابندہ نقوش سے اقوام عالم بالخصوص ملت اسلامیہ کی نسل نو کو روشناس کرانے کے لیے جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی شریف سے نکلنے والے سہ ماہی مجلہ بنام ''امجدیہ'' کے ارباب حل وعقد نے بڑی دلچسپی، لگن اور ذوق سے ''صدرالشریعہ نمبر'' منظر عام پر لا کر اپنی ایک اہم ذمہ داری سے خود کو سبکدوش کرنے کے ساتھ ہی امت مسلمہ کو گراں قدر علمی وتاریخی تحفہ سے شاد کام فرمایا ہے، فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

یہ ضخیم اور دیدہ زیب نمبر چھ سو چھپن صفحات پر مشتمل ہے، جس میں بارہ اکابر اہل سنت کے قیمتی آرا و تاثرات کے بعد تین ابواب اور ایک اختتامیہ ہے۔

باب اول کی جبین سعادت سوانح واحوال کے جھومر سے مزین اور متعدد اعیان وعمائدین امت کے زرنگار قلم کی تابش سے روشن وتابندہ ہے۔

باب دوم محاسن وکمالات کے تاج زریں سے سجا ہوا ہے اور جلیل الشان علما ومشائخ کی تحریرات کے انوار وتجلیات سے منور ودرخشندہ ہے۔

باب سوم کے گلے میں تصنیفی خدمات کا حسین سہرا ڈالا ہوا ہے اور جماعت اہل سنت کے متعدد شیوخ واساتذہ اور ادبا کے مشک بار مقالات ومضامین میں مست وبو ہے۔

اختتامیہ کے مبارک سر پر منقبتی اشعار کا عمامہ مزین ہے اور شعرائے کرام کے تخیلات وتصورات کی قندیلوں سے جگمگا رہا ہے۔

حضور صدرالشریعہ قدس سرہ کے احوال وآثار پر ایسا جامع اور پُر مغز دستاویز کی ترتیب واشاعت نبیرگانِ صدرالشریعہ خصوصاً شہزادۂ حضور محدث کبیر مخدوم محترم علامہ علاء المصطفیٰ قادری صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی شریف اور نبیرۂ صدرالشریعہ محب گرامی علامہ مفتی محمد فیضان المصطفیٰ قادری صاحب بانی دارالعلوم امام اعظم لکھنؤ کے ساتھ ساتھ دائرۃ المعارف الامجدیہ کے اہل حل وعقد کی رہین منت ہے۔ میرے ذوق کے مطابق یہ ایک منفرد وممتاز اور شاندار ''سوانحی عطر مجموعہ'' ہے، جسے کھولتے ہی مشام علم وحکمت معطر معطر ہو جائے۔

(بقیہ صفحہ ۵۹ پر)

تعزیت نامہ

بموقع وصال پُر ملال خلیفۂ حضور تاج الشریعہ، مفتی اعظم کرناٹک

حضرت علامہ مولانا مفتی انور علی مصباحی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان

بزبان فیض ترجمان: حضور محدث کبیر دام ظلہ

مجھے جیسے ہی یہ اندوہناک خبر ملی کی حضرت العلام مولانا مفتی انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سے کوچ کر گئے اور ہم سب کو داغ فراق دے گئے، میرے اوپر مصیبت کا ایک جھٹکا لگا، انا للہ پڑھی اور دعائے فاتحہ بھی آپ کے لیے کی۔

مجھے خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ حضرت علامہ مفتی انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جماعت کے مقتدر معزز اور مقبول وموثر علما میں سے ایک تھے، اُن کی وفات سے پوری جماعت میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا۔ آپ اُن علماء میں سے ہیں کہ جب آپ زیرِ تعلیم تھے تو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے چہیتے شاگردوں میں یہ شمار ہوا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی صلاحیتوں سے آراستہ فرمایا تھا۔ جس طرح آپ علم دین اور فتویٰ نویسی وغیرہ کے بارے میں ایک گہری بصیرت رکھتے تھے، اسی طرح قوم کی اصلاح اور سنیت کے ماحول کو سازگار تر بنانے کی جد و جہد میں بھی ہمیشہ مصروف رہتے۔ جہاں جہاں بھی آپ نے قیام فرمایا، وہاں ایک مضبوط جماعت پیدا کی اور لوگوں میں دین کے جذبات بیدار کیے۔ شیموگا، کولبو، بینگلور اور خاص طور سے ہبلی اور رانگرم میں آپ نے ایک مضبوط ماحول تیار فرمایا۔ آج کل سنیت کے بول بالا کے جتنے بھی اثرات کرناٹکا میں محسوس کیے جاتے ہیں، وہ سب کا سب حضرت مفتی انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خدمات کا ایک ثمرہ ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے اور اُن کے تمام پس ماندگان کو صبر جمیل اور اجر عظیم سے مالا مال فرمائے اور تمام اہل سنت و جماعت کو اُن کی رحلت کی بنیاد پر میں تعزیت پیش کرتا ہوں اور سب سے درخواست کرتا ہوں کہ اُن کے لیے دعائے مغفرت اور دعائے رفع درجات ضرور کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں حضرت مولانا مفتی انور علی صاحب کا بدل معرض وجود میں لائے اور اُن کے خلا کو جلد سے جلد پُر فرما دے۔

آمین یارب العالمین یا اکرم الاکرمین۔

□□□

ناسک مہاراشٹر میں حضور قائد ملت کے مقدس ہاتھوں

۲۴؍مفتیان کرام کی دستار بندی

اور فتاویٰ ازہری دارالافتاء سمیت کئی کتب ورسائل کی رونمائی

امسال 6؍نومبر 2023ء کو حضور قائد ملت کے مقدس ہاتھوں امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر ناسک سے اختصاص فی الفقہ کا کورس مکمل کرنے والے 24؍مفتیان اسلام کی دستار بندی عمل میں آئی، جن میں 10؍فارغین جامعہ امجدیہ کے پروردہ وفارغین تھے، جس پر ادارہ تمام امجدی برادران کو صمیم قلب سے مبارک باد پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ مولیٰ تعالیٰ سبھوں کو مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا سپاہی بنائے اور دین متین کی خوب خوب خدمت انجام دینے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین

جانشین حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری صاحب قبلہ کی ذات مرجع عقیدت ہے۔ آپ نے جہاں "قاضی القضاۃ فی الہند" کی مسند کو زینت بخشی وہیں سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی بھی اشاعت کا فریضہ انجام دیا، جانشین حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری کو اللہ تعالیٰ نے وہ مقبولیت عامہ عطا کی ہے کہ دل کھینچے چلے آتے ہیں۔ جس محفل میں جاتے ہیں شمعِ محفل اور جانِ محفل بن جاتے ہیں، الحمدللہ ٦ ؍نومبر ٢٠٢٣ء پیر کی شب تھی۔ سرزمین گلشن آباد ناسک میں امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر اور جماعت رضائے مصطفیٰ نے بزمِ نور ونکہت آراستہ کی JMCT Polytechnic college- کے وسیع گراونڈ پر محفل سجی تھی۔ خلقِ کثیر کا اژدہام تھا۔ شوق وذوق کے ساتھ لوگ دیوانہ وار حاضر ہوئے۔ قرب و جوار سے ہزاروں افراد پہنچے۔ حضور عسجد میاں کی ناسک آمد پر دیدار کے لیے بڑا مجمع اُمڈ پڑا۔ چہرۂ تاباں ایسا کہ زبان پر بے ساختہ سبحان اللہ کا پاکیزہ کلمہ سج جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت سے نسبت کا نور اور تقویٰ کا اظہار چہرۂ مبارک سے ہوتا ہے۔ اللہ والوں کا دیدار دل کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ کردار باطن کی تابندگی کی گواہی دیتا ہے۔ ایسے ہی بندۂ مومن کے لیے کہا جاتا ہے کہ: ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن، گفتار میں، کردار میں اللہ کی برہان، ابھی شب کا دامن دراز بھی نہیں ہوا تھا کہ حضور عسجد میاں محفلِ نور میں جلوہ بار ہوئے۔ مسند پر بکثرت علماے اہلِ سنّت رونق افروز تھے۔ کئی علماے کرام کے ایمان افروز، مصلحانہ اور فکر انگیز بیانات ہوئے۔ کئی پیغامات دیے گئے۔ عقائد کی اصلاح کے ساتھ ہی اعمال کی اصلاح اور سُنّیت و مسلکِ اعلیٰ حضرت پر ثابت قدمی کا درس دیا گیا۔

ذکر تھا حضور عسجد میاں دامت برکاتہم العالیہ کا، ہزاروں ہزار افراد اس نیت سے تشریف لائے تھے کہ زیارت کا شرف حاصل کریں گے، ان میں بکثرت افراد بیعت کی سعادت سے باریاب ہوئے، حضور عسجد میاں نے فرمایا: ہزار عابد پر ایک عالم بھاری ہے، عالم کا مقام بہت بلند و بالا ہے، شیطان جاگتے ہوئے عابد سے نہیں ڈرتا لیکن سوتے ہوئے عالم سے ضرور ڈرتا ہے، بدمذہبوں کا رد کرو، بد دینوں کی مجلس سے دور رہو، یہ بد مذہب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیارات کو جھٹلانے اور گھٹانے کا کام کرتے ہیں لیکن یاد رہے دنیا میں کسی کا بھی نائب ہوتا ہے اُس کے پاس کچھ نہ کچھ اختیارات ہوتے ہیں تو پھر اللہ کریم کا جو نائب ہے وہ کتنے اختیارات والا ہوگا، حدیث شریف میں ہے کہ اللہ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں، اس کی ترجمانی حضور تاج الشریعہ نے اس طرح اپنے شعر میں فرمائی:

جہاں بانی عطا کر دیں بھری جنت ہبہ کر دیں
نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں

آپ نے مزید فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک صحابی حضرت ربیعہ خدمت پر معمور تھے ایک روز دریائے رحمت جوش میں آیا تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابی سے فرمایا کہ مانگو کیا مانگتے ہو تو انہوں نے جنت میں آپ کا پڑوس مانگا، آپ نے انکار نہیں فرمایا بلکہ کہا کہ جا تجھ کو ملے گا جو تو چاہتا ہے، وہ صحابی تھے وہ جانتے ہیں مگر آج کے منکر نہیں جانتے، حضور عسجد میاں نے اپنے ایمان افروز خطاب میں فرمایا کہ: ہمیں اور آپ کو وہ راستہ اختیار کرنا ہوگا جو صحابہ کا راستہ ہے، جو تابعین عظام کا راستہ ہے، غوث اعظم، خواجہ غریب نواز، اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم اور تاج الشریعہ کا اور بزرگوں کا راستہ ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے
ترے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

مدارسِ دینیہ سے ایسے قابل علما تیار کیے جائیں جن سے اسلامی تعلیمات واحکام لوگوں تک پہنچیں۔ علمائے ناسک، جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ ناسک کے ارکان اور "امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر ناسک" کے ذمہ داران کے علاوہ تمام معاونین نے اسی اہم خدمت دین کو انجام دیا، میری دعا ہے کہ جن ۲۴ رمفتیان کرام کو آج سند فراغت و دستار دی گئی، ان کے ذریعے دینِ اسلام اور مسلک اعلیٰ حضرت کی خوب ترویج و اشاعت ہو، ازیں قبل مفتی رحمت علی امجدی استاذ ادارہ ہٰذا، مفتی حسن رضا مصباحی اور مولانا انیس عالم سیوانی نے بھی بصیرت افروز، نصیحت آموز اور فکر انگیز خطاب فرمایا۔ اس موقع پر خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی عاشق حسین کشمیری بھی مسند پر جلوہ بار تھے۔

اس درمیان نغمات نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی گنگنائے جاتے رہے۔ جناب سید کیفی علی رضوی کی والہانہ مدحت سے بزم معطر ہوگئی۔ نظامت کے فرائض ادارہ کے روح رواں وصدر شعبۂ افتا حضرت ابوالاختر مفتی مشتاق احمد امجدی (صدر مدرس ادارۂ ہٰذا) نے انجام دیے، اس موقع پر قائد ملت حضور عسجد میاں کے دست مبارک سے کئی کتب ورسائل کا اجرا عمل میں آیا جن میں سرفہرست:

(۱) ''فتاویٰ ازہری دارالافتاء'' مولف مفتی مشتاق احمد امجدی، یہ مجموعۂ فتاویٰ ''امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر'' کے شرعی محکمہ ''ازہری دارالافتاء'' سے جاری شدہ کم وبیش ڈھائی سو فتاویٰ کا ایک مستند ومعتمد گلدستہ ہے جو رضا سینٹر کا شاہکار کارنامہ ہے، یہ

مجموعۂ فتاویٰ بڑے سائز کے ۶۱۶ر صفحات پر مشتمل ہے،اس کی اشاعت دیدہ زیب وخوشنما ٹائٹل اور عمدہ ومعیاری کاغذ پر ہوئی،اس کی اشاعت ادارہ ہذا کے اشاعتی پلیٹ فارم ''مکتبۃ الرضا'' سے ہوئی ،اس قبل بھی یہاں سے کئی کتب ورسائل شائع ہوئے ہیں۔

(2)"لاؤڈ اسپیکر پر اقتدا کا شرعی حکم" مرتب:مفتی مشتاق احمد امجدی،مطبوعہ جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ ناسک۔

(3)جلوس ومیلاد کیوں اور کیسے؟ مصف:مفتی مشتاق احمد امجدی،مطبوعہ جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ ناسک.

(4)تمہید ایمان از اعلیٰ حضرت، کنڑ ترجمہ (مطبوعہ جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ باگل کرناٹک)

(5)تمہیدایمان انگلش ترجمہ(مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں)

(6)فتنۂ ارتداد اور اسباب وتدارک،ازمفتی مشتاق احمد امجدی (مطبوعہ جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ کاسودہ)

(7)لعن یزید پر اعتراضات کا تنقیدی محاسبہ

(ازمولانا عارف حسین)

سلام ودعا پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔ فلسطینی مسلمانوں کے لیے دعا کی گئی۔ مالیگاؤں،اورنگ آباد، پونہ دھولیہ سے متعدد وفود نے کانفرنس میں شرکت کی۔ یوں ہی ناسک واطراف سے بکثرت سواریوں سے عاشقانِ رسول پہنچے،ناسک کے اس روح پرور اور مثالی کانفرنس کا شمار یہاں کے تاریخ ساز اجلاس میں ہوگا، اس عظیم الشان کانفرنس کے موقع پر صدر شعبۂ تحقیق استاذ گرامی قدر حضرت مفتی مشتاق احمد امجدی کی ۸ر سالہ فقہی ودینی اور مسلکی خدمات کے اعترافات میں ادارہ کی جانب سے ''امام احمد رضا ایوارڈ'' پیش کیا گیا جس پر ہم سب ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

□□□

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بزبان فارسی غمزدہ دل کی فریاد

ہر بندۂ نادار و خطا کار نظر کن
یا شاہ! بسویم گہے یک بار نظر کن

محبوب دیگر جز تو ندارم شہِ خوباں!
در عشقِ تو سینہ مُرا سر شار نظر کن

یک ساعتِ تسکین نیابم ز غمِ دہر
باشم نہ خجل من سرِ بازار نظر کن

تاریک دلم است ز تاریکیِ عصیاں
روشن کنی از تابشِ انوار نظر کن

تو واقفی اے شاہ! ز حالِ دلِ زارم
با تو چو میگوید دلِ بیمار نظر کن

ہر درد را درماں توئی ہم راحتِ جاں تو
در قعرِ الم بندۂ لاچار نظر کن

اے خواجہ کنم کے را ندا بر سرِ آفات
کس نیست مُرا جز تو مددگار نظر کن

از مدتے ارمان بدارم کہ تو آئی
در خواب گہے از پئے دیدار نظر کن

در بحر گنہ غرق بشرم است شمیے
ایں عاشقِ تو گرچہ گنہگار نظر کن

ازقلم:محمد شمیم رضا اویسی امجدی۔جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

□□□

R.N.I.NO. UPURD/2005/14670

SEHMAHI AMJADIA

TAIBATUL-OLAMA JAMIA AMJADIA RAZVIA GHOSI MAU (U.P.) INDIA

Vol. 16

Issue: 67

OCT. NOV. DEC.-2023